WWW.PAKISTAN.WEB.PK

نادیہ امین

دردِ عشق

www.Digestkahani.pk

مکمل ناول

سخت آگ برساتا سورج اپنی تمام تر شدت زمین پر منتقل کرتا گویا خود پرسکون ہونے کی کوشش میں ادھر سے ادھر منڈلا رہا تھا۔ اس ـــــ گرمی میں ماتھے پر آئے پسینے کو دوپٹے سے پونچھتی وہ تیز تیز قدم اٹھاتی گھر کی طرف جارہی تھی۔ کالج زیادہ دور نہ تھا مگر اس چلچلاتی دھوپ میں یہ فاصلہ بہت طویل لگ رہا تھا۔

گھر میں داخل ہوتے ہی جو خوشگوار احساس ہوا تھا وہ ضوباریہ کے آنے کا تھا۔ ضوباریہ کو گلے لگائے وہ باقاعدہ چلائی تھی۔

"ارے کتنی بے وفا ہو شادی کے بعد بالکل بھول گئیں" اس کے چہرے سے خوشی ہویدا تھی۔ وہ شرمیلی سی مسکان ہونٹوں پر سجائے بولی۔

"آتو گئی نا۔"

"بھائی کے ساتھ آئی ہو؟" اس کے سوال پر ضوباریہ کے ہونٹوں پر سے مسکراہٹ یکدم غائب ہوئی تھی۔ پھر خفیف سی شرمندگی سے کہتی بولی۔

"امی کے ساتھ آئی ہوں ان کے پاس وقت کہاں ہوتا ہے کہ مجھے چھوڑنے آتے اتنے تو مصروف ہوتے ہیں۔" اس کے وضاحتی جواب پر وہ بہت سپاٹ سے لہجے میں بولی۔

"تو پھر شادی نہ کرتے۔ جب اتنی مصروفیت تھی تو پھر ماں کو بتادیتے کہ میں یہ ذمہ داری اٹھانے۔۔۔۔"

اس سے پہلے کہ وہ اپنا جملہ مکمل کرتی کہ راشدہ نے یکدم سے اس کی بات کاٹ کر قدرے تنبیہی انداز میں ڈانٹا۔

"تم پھر اول فول بکنے لگیں وہ صحیح کہہ رہی ہے سکندر کے پاس ٹائم کہاں ہوتا ہے اس قدر بھاری ذمہ داری ہے اس کی اور تم" وہ چپ ہو کر کچھ تامل کر کے بولی۔

"میں کپڑے بدل کر آتی ہوں۔" کپڑے بدلتے ہوئے بھی وہ سکندر کی بے اعتنائی پر کڑھتی رہی۔ جب سے اپیا کی شادی ہوئی تھی تب سے ایک بھی دن ایسا نہ تھا کہ وہ خود اسے لے کر سسرال آیا ہو۔ ضوباریہ کے وضاحتی بیان اور امی کے جارحانہ تیور ہمیشہ دل کی بات زبان پر آتے ہی گلا گھونٹ دیتے۔

"جلدی آؤ کھانا تیار ہے امی بلا رہی ہیں" فاطمہ نے جھانک کر اطلاع دی تھی۔ دسترخوان پر کئی قسم کی ڈشز سج چکی تھیں۔ راشدہ ایسا ہی کرتی تھیں۔ جب اپیا آتیں تو وہ سارا دن کچن میں گزارتیں جبکہ وہ پانچوں بہنیں سر جوڑ کر باتوں میں مصروف رہتیں۔

سب سے بڑی ضوباریہ تھی پھر عجوہ اور زینب' عائشہ' فاطمہ سب سے آخر میں دو بھائی تھے جو جڑواں تھے اور کلاس فورتھ میں تھے۔ ان کے والد لقمان احمد سرکاری محکمہ میں ملازم تھے۔ اچھی پوسٹ تھی گزر بسر اچھی ہو رہی تھی۔ متوسط طبقے کے لوگوں کی طرح ان پر بھی بیٹیوں کی بھاری ذمہ داری تھی اس لیے ہاتھ ذرا دبا کر رکھنا پڑتا تھا۔ اولاد اللہ نے نیک' صالح دی تھی بیوی تابعدار تھی لقمان احمد بہت پرسکون زندگی گزار رہے تھے۔ اور ایسے میں سکندر جیسے داماد کا ملنا تو نعمت غیر مترقبہ تھا۔ وہ تو اس بات پر حیران تھے کہ سکندر کی ماں ان کے گھر رشتہ لائیں کیسے۔ سکندر نے سی ایس ایس کا امتحان پاس کیا تھا اور آج کل پولیس سروس میں

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ایس پی کے عہدے پر فائز تھا۔ راشدہ الگ حیران پریشان تھیں کہ ایک اعلا عہدے کا حامل لڑکا جس کی عمر بھی زیادہ نہ تھی ان کا داماد کیسے بن سکتا ہے۔ کیونکہ ان کی بیٹی زیادہ پڑھی لکھی تھی نہ ہی بہت زیادہ حسین و جمیل۔ شاید یہ قدرت کا فیصلہ تھا جس پر وہ دل و جان سے راضی تھے۔

وہ تو ایسے رشتے کا سوچ بھی نہیں سکتے تھے اس لیے شادی والے دن سارے رشتہ دار جل بھن کر کوئی نہ کوئی بہانہ کر کے ناراض ہی رہے تھے اور جنہوں نے شرکت کی تھی وہ بھی جلے دل کے پھپھولے پھوڑنے میں پیش پیش رہے تھے۔

ضوباریہ نے میٹرک کیا تھا اور انٹر کر رہی تھی جب اس کی شادی ہوئی۔ وہ بہت لیے دیے رہنے والی اور دبو قسم کی لڑکی تھی۔ شادی کے بعد شادی شدہ زندگی کا سارا چارم ختم ہو گیا تھا۔ کیونکہ اس کی ساس انتہائی ـــــ تیز ترین عورت تھی۔ ضوباریہ یہ بھی سمجھ گئی

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

تھی کہ آخر ضوباریہ کو پسند کرنے کی وجہ کیا تھی۔ ایک عام شکل و صورت اور کم تعلیم کی لڑکی سے اپنے اکلوتے بیٹے کو بیاہنے کا مطلب یہی تھا کہ بیٹا قابو میں رہے بیوی کی انگلیوں پر نہیں بلکہ ماں کے اشاروں پر ناچے۔

یہ قیامت خیز آگہی ایک دن خود اس پر آشکار ہوئی تھی جب اس نے الفت اور اپنی نند کو باتیں کرتے سنا تھا۔

"اس لیے تو لائی ہوں اسے، زیادہ پڑھی لکھی اور حسین عورتیں مردوں کو قابو میں کرلیتی ہیں۔ یہ تو اپنے احساس کمتری کے مارے چپ کی زندگی جیے گی۔ میرے بیٹے کو لڑکیوں کی کمی تھوڑی ہے۔ ایک چھوڑ ہزار مل جائیں گی اس کے لیے۔" اور یہ بیان ضوباریہ کے آئندہ لائحہ عمل کے لیے کافی تھا۔ سکندر کا کترایا اور خاموش رویہ اور ساس نندوں کے منصوبوں نے اسے بالکل بے دست وپا کردیا تھا۔ اور وہ وہی زندگی جینے لگی تھی جو انہوں نے اس کے مقدر میں سیاہی کی مانند گھول دی تھی۔

ایک دن کالج سے آف کرکے وہ اپیا کے پاس آئی تھی۔ وہ ابھی فرسٹ ایئر میں تھی۔ تعلیمی میدان میں وہ بہت تیز تھی۔ اس نے سائنس لے رکھی تھی۔ کالج میں بھی وہ سب میں نمایاں تھی وہ تھی ہی ایسی جہاں جاتی سب کو گرویدہ کرلیتی۔ اس قدر خود اعتمادی نے اسے خاصا بولڈ کردیا تھا وہ غلط بات پر ٹوکتی اور غلط کہنے والے کی بات پر کبھی خاموش نہ بیٹھتی۔ اپیا اپنے دل کی ہر بات اس سے شیئر کرتیں اور وہ اس کے سسرال والوں پر کڑھتی جلتی بھنتی رہتی۔ ابھی بھی وہ دونوں اسی موضوع پر باتیں کیے جارہی تھیں۔

"سب قصور تمہارے شوہر کا ہے اگر وہ ٹھیک ہوتے نا تو سب تمہارے ساتھ اپنا رویہ درست رکھتے۔ اللہ معاف کرے کتنا تو نخرہ ہے یہ عہدہ بھی نا کتنا نخریلا اور سڑا ہوا بنادیتا ہے انسان کو اور سچی بات ہے کہ مجھے تو سکندر بھائی بہت برے لگتے ہیں تم نے تو انہیں سر چڑھادیا ہے۔ تمہیں تابعداری پر ایوارڈ نہیں ملنے والا جواب دو ان کی غلط بات کا۔ کیا منہ کو تالا لگائے ساوتری بننے کی کوشش کرتی ہو، کیا وہ اپنی ماں کو غلط بات پر نہیں ٹوک سکتے۔

"وہ مجبور ہیں نا اکلوتے جو ہیں پھر سب انہیں زن مریدی کے طعنے دیں گے۔" "انہوں نے کہا؟" اس نے استفہامی انداز میں پوچھتے ہوئے گویا جھوٹ پکڑ لیا تھا۔ خفت مٹاتی ضوباریہ بولی۔

"میں خود اندازے سے بتا رہی ہوں۔"

"اندازے مت لگاؤ۔" اس نے گویا صحیح اندازہ لگایا تھا تبھی قدرے سنجیدگی سے بولی۔

"اب تم جو بھی کہو مگر میں کچھ نہیں کرسکتی۔ میں کوئی ایسا مسئلہ پیدا نہیں کرسکتی کہ جس سے میری اور تم سب کی زندگی برباد ہو۔ اب تو بس برداشت ہی کرنا ہے اور پھر۔" قدرے متامل ہوتی بولی۔

"مجھے سکندر سے بہت محبت ہے۔ میں اس کے لیے سب کچھ برداشت کرسکتی ہوں۔" اس کے لہجے میں چھپی محبت خود بخود آشکارہ ہورہی تھی۔ وہ چند ثانیے اس کی آنکھوں میں دیکھتی رہی جہاں اس شخص کے لیے محبت کا ایک جہاں آباد تھا جہاں لٹنے مرنے کی بات تو تھی پر محبت سے دستبرداری کی سوچ کا فقدان تھا۔ یعنی وہ لایعنی ضوباریہ اس لاپروا شخص کی محبت میں دل لیے پوری جی جان سے فدا تھی اور اس کے عشق میں ہر گرم و سرد جھیلنے کو تیار۔

"تو پھر مرنے کے لیے تیار ہوجاؤ۔"

☆ ☆ ☆

عورت مرتی ہے اس وقت جب وہ اپنا دل ایک ایسے شخص کے حوالے کردیتی ہے جو اس کے وجود اس کے جذبات اس کے عشق سے بالکل نابلد ہو۔ یعنی وہ سب کچھ حق کے ساتھ وصول کرے اور اپنے فرائض کی ادائیگی بھی نہ کرے۔ اور مرد کی یہی خصلت عورت کی موت ہے۔ وہ ضوباریہ تھی مرنے کی پوری جی جان سے کوشش کرنے لگی تھی۔ وہ موم کی طرح قطرہ قطرہ پگھل رہی تھی۔ یہ محبت اسے اور زیادہ بزدل

بنا رہی تھی۔

شادی کے اولین دنوں میں جب اس نے لیٹ آنے کی وجہ پوچھی تو وہ بے ساختہ بولا تھا۔

"یہ آج تو پوچھ لیا مگر پھر کبھی تمہاری زبان پر ایسی کوئی بات نہ آئے۔ میرے معاملات میں دخل اندازی کی تو پھر اس کا نتیجہ بھگتو گی۔"

یہ ایک جملہ تو نہیں تھا صرف الفاظ نہیں تھے بلکہ یہ تو ایک سنگین دھمکی تھی محبت کو منہ پر مارنے کی۔ اور اس سنگین غلطی کا نتیجہ تو پھر اس عورت کے لیے موت ہی تھا سو چپ چاپ محبت کی مسند پہ بیٹھی دل و جان سے اس شخص کی محبت میں ڈوبتی رہی۔

آج جب موبائل پر عجوہ سے بات کررہی تھی تو وہ اسے لتاڑنے لگی۔

"کیا ضرورت ہے۔ اس لاپروا اور بے مروت کے لیے خود کو رولنے کی۔ وہ اس قابل نہیں ہے کہ تم اس سے محبت کرو۔ بس صرف زندگی جیو۔ اور سمجھوتہ کرو بلکہ اگر بس میں ہو تو چھوڑ دو اسے۔ میں تو یہی مشورہ دوں گی۔" وہ سخت کبیدہ خاطر تھی اس کی بہن تو اس انسان کے لیے جوگ لیے بیٹھی تھی۔

"اچھا چھوڑ دوں۔" وہ ہلکا سا مسکرائی۔

"اور جو اس کا بچہ میرے پیٹ میں ہے۔" وہ گویا خود ہی مسرور تھی جیسے اس کا بچہ پیدا کرکے وہ دنیا کا سب سے نرالا انوکھا کام کررہی تھی۔

"تو پھر دفع کرو۔ مجھے غصہ مت دلاؤ۔" وہ جھنجلا اٹھی۔

"چھوڑو یہ بتاؤ کہ باقی سب کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں اور تم کب آؤ گی۔" وہ برجستہ بولی۔

"جب وہ آنے کی اجازت دیں۔"

"وہ تو کبھی نہیں دیں گے بلکہ مجھے ایسے لگ رہا ہے کہ تم خود ہی آجاتی ہو۔" وہ مشکوک ہوئی تو وہ بے ساختہ مسکرا اٹھی۔

اس کی تین نندیں تھیں تینوں سکندر سے بڑی تھیں۔ دو شادی شدہ تھیں جبکہ صائمہ گھر میں بن بیاہی تھی اس کا رشتہ اپنے چچازاد سے طے تھا جو عرصہ دراز سے اٹلی میں مقیم تھا وہ آنے کا نام ہی نہ لے رہا تھا خیال کیا جاتا تھا کہ اس نے وہاں شادی کرلی تھی لیکن یقینی بات بہرحال نہیں تھی اس لیے صائمہ، وقار کی امید لیے ماں کے گھر بیٹھی بھابھی پر اپنی بھڑاس نکالتی۔ سوختہ دل لیے وہ اس کی ہر کڑوی کسیلی بات سنتی۔

بیٹی کی پیدائش پر ساس نے برملا کہا تھا۔

"اپنی بہن کو بلوالو۔ میں خود بیمار ہوں اور صائمہ کا تو تمہیں پتا ہے کہ اسے گھر کے ماحول کی عادت نہیں ہے۔" ناچار اسے عجوہ کو بلانا پڑا تھا۔ وہ آئی تو پہلے تو اس کی سسرالیوں کی شان میں قصیدے پڑھے پھر ان پر لعنت ملامت کی اور پھر اس کے کمرے کی جھاڑ پونچھ اور بچے کی چیزیں سمیٹتی بولی۔

"میں تمہارے لیے سوپ بناتی ہوں اور اپنے لیے چائے۔" وہ جانے لگی تو یکدم سے ضوباریہ کی آواز پر رکنا پڑا۔

"ان کے لیے بھی کچھ بنالینا۔" اس کی آنکھوں میں التجا دیکھ کر سر اثبات میں ہلاتی چلی گئی۔ پھر سوپ بناکر اس کو دے کر واپس کچن میں گئی۔ سب کے لیے کھانا بنایا۔

"ملازموں سے کچن کا کام مہارانی نہیں کراتیں تو پھر خود کریں نا۔" وہ اس کی ساس کو کوستی روٹیاں ڈال رہی تھی۔

سکندر کو لفٹ نہ عجوہ نے دی اور نہ ہی وہ اسے گھاس ڈال رہا تھا۔

"توبہ نخرہ کتنا ہے۔ اگر یہ عہدہ چلا جائے تو کیا حیثیت ہوتی اس کی، مجھ سے بھی بدتر۔" کئی دفعہ آمنا سامنا ہوا بھی تو اس نے درخور اعتنا نہ سمجھا۔ شام کو جب وہ بچی کے کپڑے بدل کر سلانے لگی ساتھ میں وہ ضوباریہ کے ساتھ باتوں میں بھی مصروف تھی۔ اتنے میں سکندر دروازہ کھول کر اندر آیا۔ یونیفارم میں ملبوس ایک سرسری عام سی نظر ان دونوں پر ڈال کر وہ الماری سے اپنے کپڑے لینے کے لیے آگے بڑھا تو آنکھوں سے اشارے کرتی ضوباریہ نے اسے کپڑے نکالنے کو کہا۔ دل تو نہیں چاہ رہا تھا پر ناچار اٹھنا پڑا۔

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"میں نکالتی ہوں۔" الماری کھول کر اس نے کپڑے نکالے۔ اس کے ہاتھ سے کپڑے لے کر وہ باتھ روم چلا گیا۔

"کھانے وغیرہ کا پوچھ لینا۔"

"حالانکہ کسی کے ساتھ لنچ کر کے آرہا ہوگا۔" وہ تلخ ہوئی۔

"پلیز میری خاطر۔" اس نے التجائیہ کہا۔

"تم پہ تو بندہ فاتحہ ہی پڑھ لے۔" وہ جی جان سے سلگ اٹھی تھی۔

ناراض سی وہ بیڈ کے کنارے پر بیٹھ گئی۔ ضوباریہ مسکراتی رہی۔

"غصے میں تو بہت پیاری لگتی ہو۔ اس لیے تو ہر وقت غصہ میں رہتی ہو۔" وہ اسے ناراض نہیں دیکھ سکتی تھی۔

وہ ہنوز بیٹھی رہی۔ سکندر کے واش روم سے نکلتے ہی وہ اٹھ کھڑی ہوئی تھی۔

"بھائی کھانا لگاؤں۔" اسے اپنا آپ انتہائی کمتر حقیر لگ رہا تھا اس وقت۔

"نہیں۔" لٹھ مار جواب دیتا وہ

بیوی سے بات

کیے اور نہ بچی کو دیکھے موبائل چیک کرنے لگا۔

"چائے لاؤں۔"

"ہاں لے آؤ۔" پھر اسی ـــ بے نیازی سے وہ کمرے سے نکل گیا تھا۔ ایک ملامتی نظر ضوباریہ پر ڈالتی وہ اسے بہت کچھ کہتی چلی گئی تھی۔

"اس قدر پستی میں جینے سے تو اچھا ہے کہ بندہ جیے ہی نہ۔" عجوہ کا جملہ بار بار اس کے کانوں میں گونج رہا تھا۔

عجوہ گھر واپس چلی گئی تھی۔ وہ خود گھر کے کاموں میں حصہ لینے لگی۔ ملازموں سے صفائی کرواتی کھانا خود بناتی۔

"کب تک لیٹی رہے گی۔ سیزرین تو نہیں ہے نا۔" اس کی ساس نے خود اس کی ماں سے کہا تھا۔ جو مبارکباد دینے آئی تھیں۔

وہ کبھی خود شاپنگ کرنے نہیں گئی۔ اس کی ساس اس کے لیے جو لے آتیں وہ وہی پہنتی۔

"اپنی بیوی کی عادتیں بگاڑنا مت۔ ایک دفعہ بازار کی لت پڑ گئی تو پھر روکنا محال ہوگا۔" وہ کون سا ماں سے باز پرس کرتا۔ ماں اور بہنوں کی خوشنودی کے لیے کی جانے والی شادی دراصل ایک بہترین فیصلہ ہی تو تھا۔ ایک تو بیوی اللہ میاں کی گائے تھی دوسرا وہ بھی کون سا اس ایک پر اکتفا کرنے والا تھا۔ جو من چاہی عورت ہوتی وہ تو یونہی اس کی جھولی میں آگرتی۔ اس کے عہدے سے زیادہ خطرناک اس کا حسین سراپا تھا۔ اگرچہ یہ خالصتاً" زنانہ تعریف تھی مگر وہ نہایت ہینڈسم تھا۔ چھ فٹ قد ستواں ناک کشادہ پیشانی' سفید رنگت گھنے بال ایک بھی نقش ایسا نہ تھا جہاں خامی ہو۔ اپنی خوبصورتی کا احساس اسے شادر کھتا۔ اپنے عہدے اور دلکش سراپے سے وہ بہت مستفید ہو رہا تھا۔ لیکن یہ نعمتیں کب زحمتیں بن جاتیں اللہ ہی جانتا تھا۔

☼ ☼ ☼

"تمہاری مسز تمہیں کچھ کہتی نہیں ویسے بڑی دریا دل عورت ہے۔ جو ہم جیسی عورتوں کی شراکت گوارا کر لیتی ہے۔" اس کے بستر پر دراز وہ اس کی قربت سے محظوظ ہوتا بڑے خمار آلود لہجہ میں بولا۔

"اس جیسی بیوی صرف گھر آباد کرنے والی ہوتی ہیں۔ دل آباد کرنے والی تم جیسی ہوتی ہیں نا۔" اس کی بات پر وہ بڑے دلیرانہ انداز میں مسکراتے ہوئے بولی۔

"جبھی کچھ کہتی نہیں تمہیں۔"

"نہیں اسے اجازت ہی نہیں دی میں نے۔" وہ بڑے فخر سے بولا تھا۔

"بے چاری تمہاری خادمہ۔" وہ کھلکھلائی تو وہ بھی مسکرایا تھا۔ رات کو جب علیشا روتی تو وہ اسے کمرے سے نکلنے کو کہتا۔

"یہ سونے نہیں دے رہی نکالو اسے باہر۔" نہایت درشتی سے ڈانٹ دیتا وہ ہراساں سی بچی اٹھائے دوسرے کمرے میں چلی جاتی۔ وہ ہر بات سہتی ہر زیادتی

برداشت کرتی۔ اس مرد کا ساتھ کیا ملا تھا گویا ہفت اقلیم کی دولت ملی تھی اسے' اسے اس کے عہدے اس کی دولت کسی بھی چیز سے سروکار نہ تھا وہ تو اس کے عشق میں پور پور ڈوبی غرق ہو چکی تھی۔ دن رات محبت کی آگ میں فنا ہو رہی تھی۔ وہ جتنی بے اعتنائی برتتا وہ اتنا ہی اسے عزیز ہوتا۔

تنخواہ کا ایک بڑا حصہ ماں کے حوالے ہی کرتا کہ گھر کا سارا خرچ وہی چلاتی تھیں اس کا باپ ریٹائرڈ ڈی ایس پی تھا۔ چند سال قبل ہی وفات پائی تھی۔ شوہر کی پینشن اور بیٹے کی تنخواہ وہ اپنے پاس رکھتیں۔

ادھر ضوباریہ کو ذرا ذرا سی چیز کے لیے ساس کے آگے ہاتھ پھیلانا پڑتا۔ وہ خود تو جیسے اسے بیاہ کر لانے کے بعد بری الذمہ تھا۔ سب کچھ ماں کی ذمہ داری تھی۔ ساس ہی اسے ماں کے گھر لے کر جاتی تھیں۔ شادی کے بعد سے وہ ایک بار بھی اسے لے کر نہیں گیا تھا۔ سسرالیوں سے اس کے تعلقات نہ ہونے کے برابر تھے۔ وہ بھی دل پر جبر کیے بیٹی کی وجہ سے خاموش تھے کہ بیٹی کو گھر بٹھانا بھی مقصود نہ تھا۔ اس کے سامنے وہ موبائل پر غیر عورتوں سے باتیں کرتا۔ وہ اس کا کچھ نہیں بگاڑ پاتی پر عجوہ کے سامنے کہے بنا نہ رہ پاتی تھی۔

آج جب وہ ماں کے گھر آئی تو عجوہ کے سامنے اشک بہاتے اس کی بے وفائی کی باتیں کیے جا رہی تھی۔

"میں نے تو نہیں کہا تھا کہ ہمارے گھر رشتہ کرو۔ اگر رشتہ کیا ہے تو اپنی مرضی سے کیا ہے اس میں میرا قصور تو نہیں ہے نا وہ میرے سامنے دوسری عورتوں سے باتیں کرتا ہے ان کے پاس جاتا ہے ان کے لیے گفٹ لاتا ہے۔ میں روز خود کو جوڑتی ہوں اور روز خود کو ٹوٹا دیکھتی ہوں کیا ہماری زندگی ایسے گزرے گی۔" وہ جس کرب و اذیت سے گزر رہی تھی عجوہ کو اس کا اندازہ تھا۔ تبھی تحمل سے بولی۔

"تبھی تو کہتی ہوں وہ کمینہ محبت کے لائق نہیں ہے اپنے خالص جذبے اس پر مت لٹاؤ وہ اس قابل ہے کہ تم اس کے لیے اپنے آنسو بہاؤ؟ یہ آنسو بہانے کے بجائے اگر تم اس کو دو چار سناتیں تو اس کی ہمت نہ ہوتی اس قدر کمینگی دکھانے کی" وہ اس کی بات کاٹتی یکدم بولی۔

"کیا میں ایسا کر سکتی ہوں؟ وہ تو کھڑے کھڑے مجھے اپنی زندگی سے نکال دے گا پھر میں اس کی بچی کو لے کر کہاں جاؤں گی اور پھر میں خود زندہ رہ بھی پاؤں گی یا نہیں۔" وہ ایک بار پھر بلکنے لگی۔

وہ اسے تسلی دلاسے دینے لگی۔ وہ جانتی تھی کہ وہ مرد کبھی سدھرنے والا نہیں۔ یہ عورت خوامخواہ اس بے درد انسان کے لیے اپنے قیمتی آنسو ضائع کر رہی تھی وہ اس کی محبت میں اندھی کسی بات کو سمجھنے کی کوشش ہی نہیں کر رہی تھی۔

باپ اسے دیکھ کر بہت خوش ہوا تھا۔

"اوہ آج ہماری بیٹی کیسے گھر کا راستہ بھول گئی۔" اسے ساتھ لگائے وہ ہاتھ میں تھامے پھلوں کے شاپرز راشدہ کو تھمانے لگے۔

"سکندر کیسا ہے؟" لقمان صحن میں بچھی چارپائی پر بیٹھتے ہوئے اس کے سسرالیوں کے بارے میں رسماً" پوچھنے لگے تھے۔

"ٹھیک ہیں سب۔" پھر دیر تک ادھر ادھر کی باتیں ہوتی رہی تھیں۔ بے کیف دن راتیں گزر رہی تھیں۔ جب اچانک سکندر کا ٹرانسفر کسی دوسرے شہر ہو گیا تھا۔

رات کو وہ اس کے بارے میں جب بات کرنے کے لیے اپنی ہمت مجتمع کرنے لگی تو اس کے قریب جاتے ہی جیسے اوسان خطا ہوئے تھے۔ قدرے ہچکچاتے وہ اس کے قریب بیٹھ گئی تھی۔

"آپ صبح جائیں گے۔" بات شروع کرنی خاصی مشکل لگ رہی تھی۔

"نہیں پرسوں" وہ بستر پر دراز دونوں آنکھوں پر ہاتھ رکھے بولا۔

"کیا آپ ہمیں اپنے ساتھ لے کر جائیں گے؟" اس کے سوال پر یکدم سے آنکھوں پر سے بازو ہٹاتا وہ قدرے اچنبھے سے بولا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"تمہیں کس نے کہا کہ میں تمہیں لے کر جارہا ہوں۔" وہ اس کی آواز اس کے لہجہ سے ہمیشہ ڈر جایا کرتی تھی۔ اس سے بھی وہ جیسے کانپ کر رہ گئی۔

"میری ماں جہاں ہوگی وہاں تم بھی ہوگی۔" اس کا ایک جملہ اس کی اوقات کا تعین کر گیا تھا وہ اٹھنے لگی تو اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پاس بٹھاتے بولا۔

"پاؤں دبادو اور پھر ایک گلاس دودھ لے کر آنا۔" وہ اس کے حکم کی تکمیل میں جت گئی تھی۔ وہ چوری چوری اسے دیکھتی جتنا وہ اسے نظر انداز کرتا اتنا وہ اس کے اور قریب ہوتی جاتی۔

وہ اسے آکاش اور خود اپنا آپ ایک ذرے کی مانند دکھ رہا تھا۔ تو کبھی آکاش اور ذرہ مل پائیں گے؟ لامتناہی سوچ کا تسلسل اسے بہت آگے خیالوں کی دنیا میں نکال لے گیا تھا۔ اس مرد کی بے رخی دل پر قابض ہو رہی تھی اس بے رخی میں ہی تو جینے کا مزا تھا اس لگی عورت کے لیے۔ خود ساختہ زندگی کے نشے میں چور وہ ابھی بھی اس مرد کو چوری چوری دیکھ رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

اس کے جانے کے کچھ دن بعد عجوہ ان کے ہاں آئی تھی۔ اس کی ساس اور نند بازار گئی تھیں اس وقت وہ دونوں گھر پر اکیلی تھیں۔ عجوہ بے پروا انداز میں کھل کر باتیں کیے جارہی تھی۔

"تم نے ہمیشہ کی طرح اب بھی نہیں کہا ہوگا کہ وہ اپنے ساتھ تمہیں لے کر جائے۔" عجوہ بے یقین تھی اس کی بات پر دھیمے سے مسکراتے بولی۔

"تمہیں کس نے کہا کہ میں نے نہیں کہا ہوگا" کچھ پل بعد وہ پھر سے کہنے لگی۔

"میں نے کہا تھا مگر وہ کہنے لگے کہ جہاں اماں ہوں گی وہاں تم رہوگی"

"تو کیا شادی اس کی اماں سے ہوئی ہے، تمہیں بے وقوف سمجھ رہا ہے وہ بلکہ سمجھ کیوں رہا ہے تم تو بنی بنائی بے وقوف ملی ہو اسے کس قدر خاموشی سے نکل گیا تمہیں یہاں چھوڑ کر۔" اس کو اشتعال میں آتا دیکھ کر وہ یکدم سے بولی۔

"چلو کچن میں جا کر چائے اور ساتھ میں کچھ کھانے کو بنا لیتے ہیں۔" خوش دلی سے کہتی وہ اٹھی تو علیشا کو گود میں اٹھا کر وہ بھی اٹھ گئی۔ کچن میں آکر چائے کا پانی چولہے پر چڑھا کر وہ کباب نکال کر تلنے لگی۔ وہ ضوباریہ پر ایک گہری نظر ڈال کر بولی۔

"علیشا کے کپڑے وہی خریدتی ہیں نا۔"

اس کے اثبات میں سر ہلانے پر وہ بے ساختہ بولی۔

"اپنے لیے کس قدر مہنگے کپڑے لیتی ہیں اور تمہارے اور تمہاری بچی کے لیے سستے۔" وہ اس کو عقل دلانے کی پوری کوشش کر رہی تھی۔

"اس لیے تو متوسط طبقے کی لڑکی بیاہ کر لائے جو مرضی کریں کوئی کچھ کہنے والا نہیں۔ اگر کسی بڑے گھرانے کی گستاخ سی بہو ہوتی تب انہیں پتا چل جاتا۔" وہ دانت چباتی بولی۔

کچن کی ٹیبل پر کباب کی پلیٹ اور چائے کے کپ رکھ کر وہ بیٹھ گئی اور ایک مجروح مسکراہٹ ہونٹوں پر لاتی بولی۔

"تم اپنا دل کیوں جلاتی ہو یہ میری قسمت ہے یہ سب بھگتنا ہے مجھے" اس کے چہرے پر ایک مجروح سا تاثر ابھرا تھا جسے عجوہ نے بہت غور سے دیکھا پر اس وقت یہ نہیں جانتی تھی کہ قسمت اور تقدیر کے فیصلے بڑے عجیب ہوا کرتے ہیں۔

☼ ☼ ☼

"تم آج آؤگی نا۔" وہ اس کی ملتجی آواز سن رہی تھی مگر اپنے دل کا کیا کرتی جو کسی طور جانے پر رضامند نہ تھا۔

"آج مشکل ہے نا کچھ دن بعد آجاؤں گی۔"

"سالگرہ آج ہے۔" وہ اڑی تھی۔

"میری مجبوری نہیں سمجھوگی۔" وہ بھی شکوہ کناں ہوئی۔

"تو کوئی وجہ بھی ہو نہ آنے کی۔" وہ بھی بضد تھی۔

"وہ دراصل سکندر آج آنے والا ہے۔" اس کے انکار کی وجہ اب سمجھ میں آئی تھی۔

"اوہ تو اس لیے مسلسل انکار ہو رہا ہے۔" وہ جیسے پھٹ پڑی تھی۔

"نہیں میرا مطلب ہے کہ میں کیسے۔"

"تو مرو، مت آؤ۔ اسی شخص پر قربان ہوتی رہو۔ جو سب سے قابل نفرت ہے شدید نفرت ہے مجھے اس سے۔" اس نے کھٹاک سے فون بند کر دیا تھا۔

ریسیور کریڈل پر رکھے وہ نا سمجھی کی کیفیت میں گھری کھڑی رہی تھی۔ بوجھل دل لیے وہ دل سوختہ سی ٹیرس پر آئی آسمان پر گھنگھور گھٹائیں پھیلتی جارہی تھیں مستانی سی ہوا کے ساتھ اکا دکا قطرے بھی گر رہے تھے۔ کچھ منچلے پتنگ اڑا رہے تھے آسمان رنگا رنگ پتنگوں سے سجا تھا۔

وہ اپنے خیالات میں الجھی ہوئی تھی کہ۔

کچھ دیر میں گاڑی کا ہارن سنائی دیا اور ادھر ضوباریہ کا دل یکبارگی دھڑک اٹھا تھا۔ اسے ایسے معلوم ہو رہا تھا جیسے وقت رک گیا ہو۔ کائنات میں چلتی ہر چیز رک گئی ہو اور اگر کہیں کوئی آواز آبھی رہی ہے تو وہ صرف اور صرف اس کے دل کی دھڑکن کی ہے اور اس کے دل کی دھڑکن کو تہس نہس کرنے والا اس کے وجود کو عشق کی چنگاری لگانے والا آگیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ ماں کے کمرے میں تھا۔ اس نے دل سے ڈنر تیار کیا تھا۔ ڈنر سے فراغت کے بعد جب چائے پی جارہی تھی۔ وہ سب لاونج میں ہی تھے۔ وہ دھڑکتے دل کے ساتھ اس کا انتظار کر رہی تھی مگر وہ ہنوز وہیں بیٹھا تھا تنگ آکر اس نے عجوہ کو کال کی۔ جو اس نے کافی دیر بعد وصول کی۔

"کیا ہے۔" وہ جیسے چیخی تھی۔ ضوباریہ بے ساختہ مسکرائی۔

"ابھی تک ناراض ہو۔"

"ہاں۔" اس نے قدرے ڈھٹائی سے کہا۔

"معاف نہیں کر سکتیں۔"

"نہیں۔"

"نہیں۔" اس نے کرب سے دہرایا۔

"بس ٹھیک ہے جاؤ اپنے شوہر صاحب کی خدمت کرو۔" اس نے فون کاٹ دیا ہلکا سا مسکراتی اس نے فون رکھ دیا۔

علیشا کو فیڈر دے کر پیمپر تبدیل کروا کر سلا دیا اور پھر عشا کی نماز پڑھ کر دعا مانگنے لگی۔ اس کی ساری دعا سکندر سے شروع ہو کر سکندر پر ختم ہوتی تھی۔

تھوڑی ہی دیر میں وہ دروازہ کھول کر اندر آیا تھا۔ جوتے اتارنے کے لیے وہ بیڈ کنارے بیٹھا تو یکدم سے آگے بڑھ کر اس نے اس کے جوتے اتارے پھر کچھ متامل سی بے اختیار اس کے گلے لگ کر رونے لگی۔ یہ ایک مہینہ اسے ایک صدی کے برابر لگا تھا۔ ایک دن بھی تو نہیں گزار سکتی تھی اس کے بغیر کجا کہ ایک مہینہ۔ وہ جو ہمدردی محبت' کے دو بول سننے کی متمنی تھی اس کی زبان سے ایک لفظ محبت بھرا نہ سن پائی تھی۔ یہ بدنصیبی ہی تو تھی اس کی جس پر مرنے کو تیار تھی وہ دو حرف تک کہنے کا روادار نہ تھا۔ وہ عورت کو ایک ہی نظر سے دیکھتا تھا سمجھتا تھا اور وہی ایک نظر اس عورت کے لیے بھی تھی۔

"میں بہت اداس تھی۔" وہ روتے ہوئے کہنے لگی۔

"میرا ایک دن بھی نہیں گزر رہا تھا آپ کے بنا۔" وہ اب بھی خاموش تھا۔

"علیشا کیسی ہے؟" اس کی ذات اس قدر غیر اہم تھی وہ چونکی پھر سنبھلی اور کہا۔

"ٹھیک ہے۔" اس کے چہرے سے تکان ظاہر ہو رہی تھی۔ ہلکی ہلکی شیو بے اختیار اس کے چہرے پر ہاتھ پھیرتی وہ اس کے ماتھے پر بوسہ دیتی بولی۔

"آپ کو میری یاد آئی؟"

"میں وہاں جاب کروں گا یا تمہیں یاد کروں گا۔" وہ تمسخر اڑاتا بولا۔

"پلیز ناراض نہ ہوں میرے منہ سے شاید کچھ غلط نکل گیا۔" وہ سراسیمہ سی بولی۔

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"مجھے نیند آرہی ہے۔" سرعت سے بیڈ سے اٹھتا وہ کپڑے چینج کرنے چلا گیا۔ پھر تین چھٹیاں کیسے گزریں پتا ہی نہ چلا۔ وہ پاگلوں کی طرح اس کے اردگرد منڈلاتی رہی۔ اس کے پاؤں کی دھول بنی رہی وہ خاک تھی اور خاک ہونے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ ایک بار پھر پریگنینٹ تھی۔ جب عجوہ کو پتا چلا تو خوب لڑی اس سے۔

"تمہیں ضرورت ہی کیا تھا اتنی جلدی' وہ کیسا شوہر ہے دیکھ رہی ہو پھر بھی۔" اسے سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیا کر ڈالے۔

"**علیشا** پورے تین سال کی ہو چکی ہے۔ اب وہ چاہ رہا تھا تو پھر میں کیسے انکار کر سکتی تھی۔" اس نے وضاحت دی تھی۔

"نہیں میں یہ قطعی ماننے کو تیار نہیں کہ یہ اس کی خواہش پر ہے۔" وہ ابھی بھی ناقابل یقین نگاہوں سے دیکھے جارہی تھی۔

راشدہ بیگم جو سبزی کی ٹوکری لیے ادھر ہی آرہی تھیں عجوہ کو لتاڑنے لگیں۔

"یہ تم کیا اس کو گھر تباہ کرنے کے گر سکھاتی ہو۔" وہ تو انہیں زچ کیے دے رہی تھی - صبر نہ آیا تو جیسے پھٹ پڑیں۔

"یہ اس کا اور اس کے شوہر کا معاملہ ہے تم بیچ میں مت بولو۔"

"تو گھلتی رہے پھر۔" پیر پٹختی وہ اٹھ کر کمرے سے چلی گئی۔

"خبردار اس کی باتوں میں نہ آنا اگر تم نے اس کی ایک بھی بات سن لی تو بس گیا تمہارا گھر۔" راشدہ بیگم بہت نالاں تھیں اس سے۔

"یہ باقی دو کہاں غائب ہیں؟" وہ زینب اور فاطمہ کا پوچھنے لگی۔

"ٹی وی کے آگے بیٹھی کوئی ڈرامہ رٹ رہی ہیں۔" راشدہ طنز کرتی گویا سارا غصہ کریلوں پر نکالنے لگیں۔

"اماں یہ مجھے دیں میں چھیل دوں گی۔" راشدہ کے ہاتھ سے چھری لے کر وہ کریلے چھیلنے لگی۔

"میں گوشت چڑھا کے آتی ہوں۔" وہ کچن میں چلی گئیں تھوڑی ہی دیر میں عجوہ **علیشا** کو اٹھائے باہر آئی۔

"جاگ گئیں محترمہ 'فیڈر پی کر بولی مما کے پاس جاؤں گی۔" **علیشا** کی نقل اتارتی اسے گود میں بٹھا کر اس کے ساتھ کھیلنے لگی۔ ضوباریہ مطمئن سی کریلے چھیلنے میں مصروف ہو گئی۔

☼ ☼ ☼

کالج سے گھر آتے ہوئے وہ اپنی دھن میں مگن راستہ طے کر رہی تھی کہ راستے میں سکندر کو گاڑی میں گزرتے دیکھا۔ اس کی گاڑی کے آگے پیچھے گاڑیاں پوری رفتار سے بھاگ رہی تھیں۔

"او ہو بھائی صاحب آج پہنچ گئے یہاں۔" وہ تیز تیز قدموں سے راستہ طے کرنے لگی۔ گھر پہنچی تو جیسے ایک قیامت اس کی منتظر تھی وہ ہوا تھا جس کا اس نے کبھی تصور بھی نہیں کیا تھا اور جو ہوا تھا وہ ہرگز بھلائے جانے والا نہ تھا۔

ہر آنکھ اشکبار تھی اس کی جواں موت پر ہر ایک لرز کر رہ گیا تھا۔ دوسرے بچے کی پیدائش پر جانے کیا پیچیدگی ہوئی کہ اس ناگہانی سانحہ سے دوچار ہونا پڑا تھا۔ وہ تو جیسے صدمے سے نڈھال تھی۔ اسے یقین نہیں آرہا تھا کہ اس کا ہنستا۔ کھلکھلاتا وجود منوں مٹی تلے جاسویا تھا۔ ماں باپ الگ نڈھال پڑے تھے۔ **علیشا** تو بس روتے ہوئے ماں کے پاس جانے کی ضد کیے جارہی تھی۔ عجوہ نے آج تو اس شخص کی آنکھیں بھی نم دیکھی تھیں جس نے سب سے زیادہ ناقدری کی تھی اس عورت کی۔ اس وقت تو وہی اسے اس کا قاتل لگ رہا تھا۔ اس کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ اس کا گریبان پکڑ کر اس کا محاسبہ کرے۔ وہ اسے اس بد روح کی مانند لگ رہا تھا جو اس کی زندہ بہن کو سالم نگل گیا ہو۔

زندگی جیسے جمود کا شکار ہو کر رہ گئی تھی۔ وہ کئی دن تک سکتے کی سی حالت میں رہی تھی۔ لیکن ماں باپ کی خاطر دل کو سنبھالنا پڑا تھا۔ پھر وہ ماں کو دلاسا دینے والی چٹان بن گئی۔ گزرتے دن رات خود ہی مرہم لگائے جارہے تھے۔ دکھ کی آمیزش بھرے دن اس وقت بہت بھاری لگ رہے تھے۔ اب ایک زندگی سے جڑی کہانی تو ٹوٹ گئی تھی مگر ایک اور زندگی سے جڑنے کی کہانی شروع ہونے والی تھی۔

☼ ☼ ☼

"وہ تو سب کو اداس مغموم کر کے چلی گئی تھی پر اپنی دو نشانیاں ان سب کے لیے چھوڑ گئی تھی **علیشا** اور نومولود **علینہ**۔ ان کے گھر میں سناٹے بول رہے تھے۔ یہ سناٹے طویل ہوتے اگر الفت نہ آتیں اور ان کے اعصاب پر ایک اور بم نہ پھوڑتیں۔

"یہ سوچا بھی کیسے انہوں نے۔" جب اس نے سنا تو دنگ رہ گئی تھی۔

"لو اس میں سوچنے کی کیا بات ہے۔ لوگوں نے تو مجھے کہا کہ اپنی بیٹی کی بات کرو بچوں کو خالہ ماں بن کر پالے گی۔"

"جنہوں نے مشورہ دیا ہے ان سے کہیں کہ وہ اپنی بیٹیاں دیں۔ میرا سوچیں بھی مت۔" دو ٹوک انداز اختیار کرتی وہ اس موضوع پر کوئی بات سننے پر تیار نہ تھی۔

"مسئلہ کیا ہے پڑھائی تمہاری مکمل ہے پھر بچیوں پہ اگر کوئی غیر عورت آگئی تو ظلم کے پہاڑ توڑ دے گی ان پر۔"

"پر مجھے وہ شخص کسی بھی طور قبول نہیں ہے۔" وہ حتمی انداز میں بولی۔

"تو یہ انکار اپنے باپ کے سامنے کرنا۔"

"امی آپ ایک بیٹی اس پر قربان کر کے اب دوسری قربانی کے لیے پیش کریں گی۔" وہ ناقابل یقین نگاہوں سے تکے جارہی تھی۔

"دیکھو بیٹا اس کو تو ہزاروں لڑکیاں مل جائیں گی مگر ایسا رشتہ ہمیں نہیں مل سکے گا۔"

"کیا اچھائی ہے ان لوگوں میں۔"

"تو برائی بھی اتنی نہیں ہے۔"

"وہ ایک بدکردار مرد ہے۔" اس نے برملا کہا تھا۔

"ہر مرد ہوتا ہے۔"

"ہر مرد نہیں ہوتا۔"

"چھپا ہوتا ہے اس لیے قابل بھروسہ لگتا ہے۔" راشدہ اپنے موقف سے ہٹنے پر تیار نہ تھیں۔

"فلرٹ کرنے میں اور بدکرداری میں فرق ہوتا ہے۔" وہ بھی سنجیدگی سے بولی۔

"ٹھیک ہو جائے گا جب بچے بڑے ہوتے ہیں تو ماں باپ خود بخود سنبھل جاتے ہیں اور پھر وہ اعلا عہدے پر فائز ہے۔ قصور اس کا نہیں لڑکیوں کا ہے جو خود کو اس قدر ارزاں کرتی ہیں۔" ماں کسی صورت اس کا موقف ماننے پر تیار نہ تھی لیکن یہ معاملہ اس وقت شدت اختیار کر گیا جب الفت نے کہا۔

"اگر تم اپنی بیٹی دینے پر تیار نہیں تو اپنی نواسیاں یہاں اپنے گھر لے آؤ۔ غیر لڑکیاں تو انہیں نہیں رکھیں گی۔" ان کی اس قدر ڈھٹائی پر راشدہ بیگم تلملاتی ہوئی بولیں۔

"بہن کچھ وقت سوچنے کے لیے دیں ہم فیصلہ کر کے....."

"فیصلہ ہمارے حق میں ہونا چاہیے۔ مجھ سے اب بچیاں نہیں سنبھلتیں۔ جلدی کرو' دیر نہ ہو جائے۔" جاتے جاتے بھی وہ دھمکا گئیں۔

"دیکھا آپ نے' کیسے دھمکا رہی ہیں۔ زبردستی کر رہی ہیں وہ ——" عجوہ طیش میں آکر بولی۔

"خدا کے لیے مجھے پاگل مت کرو۔" پھر روتے ہوئے بولیں۔

"نہ تو تمہیں میرا خیال ہے نہ ان پھول سی بچیوں کا اگر تمہیں اپنی بہنوں کا اور ماں باپ کا خیال ہوتا تو فوراً ہاں کر دیتیں۔ پر تمہارے جیسی خود غرض اولاد تو اللہ دشمن کو بھی نہ دے۔" ماں کوسنے لگی تو وہ دل گرفتہ سی وہیں بیٹھتی چلی گئی۔

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

☼ ☼ ☼

"تم بھی اس شخص کی طرفداری کروگی۔" رباب کی بات پروہ حیرت سے دیکھنے لگی۔

"نہیں میں تو ایک سیدھی بات کررہی ہوں۔ اگر کوئی بھی دوسری عورت آئی تو وہ تمہاری بھانجیوں کے ساتھ کیا کرے گی اس کا اندازہ تو تمہیں ہو گا اگر تمہارے ماں باپ ایسا کرنے کو کہہ رہے ہیں تو اس میں برائی بھی نہیں ہے۔ کبھی کبھار ہمیں کچھ فیصلے دوسروں کی خاطر بھی کرنے پڑتے ہیں باقی تم خود سمجھ دار ہو۔" رباب اس کی دوست کو اس کی ماں نے اسے سمجھانے کے لیے بلایا تھا لیکن فیصلہ اس وقت ہوا تھا جب اس کے باپ نے بنا اس سے پوچھے ہاں کردی تھی۔

قسمت کی ستم ظریفی ایک بہن گھر سے نکلی تو دوسری ایک جوڑے میں وہاں آئی تھی۔ یہ شادی تو نہ تھی ایک سودا تھا جوان بچوں کی خاطر کیا گیا تھا شادی کی پہلی رات جیسا کچھ بھی نہیں تھا۔ وہی کمرہ وہی لوگ بالکل عام سادن عام سی رات شادی ایسی تو نہیں ہوتی۔ اس کمرے میں ضوبار یہ ہوتی تھی اور اب وہ اس کے بستر پر یکدم سے اس کے اندر کچھ ٹوٹا تھا دل رو رہا تھا پر آنکھیں خشک تھیں۔ اس مرد کی بے التفاتی نے تو مارا تھا اسے۔

"قسمت کی مار اب کی بار ہمارا مقدر نہیں بنے گی اب تمہاری باری ہے سکندر اب تم تیار ہو جاؤ۔"

وہ اندر ہی اندر زہر اتار رہی تھی۔ کھٹکے کی آواز پر بے ساختہ اس نے نظر اٹھا کر دیکھا تھا۔ وہ بڑا کھلا کھلا لگ رہا تھا۔ کسی اداسی کا شائبہ تک نہ تھا اس کے چہرے پر اس کے وجود پر ایک قہرمانی نگاہ ڈال کر وہ ایک مہینے کی بچی کو اٹھا کر بیڈ کے کنارے بیٹھ گئی۔ **علیشا** نوڈلز کی فرمائش کرنے لگی تھی وہ **علینہ** کو بیڈ پر لٹا کر **علیشا** سے بولی۔

"آؤ میں بنادوں۔" وہ کافی دیر تک کمرے میں لیٹا ٹی وی دیکھتا رہا۔ کچھ ہی دیر میں **علیشا** اس کے ہمراہ آئی تو اسے دیکھ کر وہ بولا۔

"**علیشا** تم جاؤ دادی کے پاس سو جاؤ۔"

"نہیں میں خالہ کے پاس سوؤں گی۔"

"کہا نا دادی کے پاس۔" اس کا اصرار اس عورت کے جسم و جان میں آگ دہکا رہا تھا۔

"چلو **علیشا** دیر ہو رہی ہے ہم سوئیں گے ابھی۔" **علیشا** کو بیڈ پر لٹا کے وہ خود کنارے پر لیٹ گئی تھی۔ دوسرے کنارے پر لیٹا وہ جیسے شش و پنج میں مبتلا کچھ پل حیرانی سے اسے دیکھتا رہا پھر بنا کچھ کہے ٹی وی پر نظریں جما کر پروگرام دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ کچھ دیر بعد اس نے دیکھا وہ تینوں گہری نیند سو رہی تھیں۔

صبح **علیشا** کو تیار کر کے اسکول دادی کے ساتھ بھیجا اور پھر کمرے میں واپس آکر **علینہ** کو فیڈر پلانے لگی۔ نیند سے بے دار ہو کر اس نے کسلمندی سے آنکھیں کھولیں تو اسے دیکھتا بولا۔

"ناشتا تیار ہے کہ نہیں؟"

"نہیں۔"

"اور میرے کپڑے؟"

"نہیں۔"

"کیوں؟"

"اس کا جواب تو تمہارے پاس ہو گا۔" پُرسکون سے انداز میں دیکھتی وہ بولی۔

"یہ تم کس لہجے میں بات کررہی ہو مجھ سے۔"

"کیوں تمہارا ادھار لیا ہے میں نے۔" اب کے وہ بھی ترشی سے بولی۔

"ناشتا بناؤ۔"

"اپنی بہن سے کہو۔"

"تمہیں کیوں نہیں۔"

"کیونکہ میں تمہاری ملازم نہیں ہوں۔"

"تو پھر یہاں کررہی ہو؟" وہ اب کی بار اٹھ بیٹھا تھا اس کی نیند اڑ گئی تھی۔

"میں ان بچوں کی ماں ہوں یہی ہے نا شادی کی وجہ۔ تم یا تمہارے گھر والے میری ذمہ داری نہیں۔ اس لیے مجھ پر حکم چلانے کے بجائے اپنے گھر والوں کو زحمت دو۔"

اس کی اس قدر زبان درازی نے تو اس کی آنکھیں کھول دی تھیں۔ وہ سنجیدگی سے بستر سے اترا۔

"تو رات کو سارا پلان شدہ تھا۔"

"ہاں یہی سمجھ سکتے ہو۔"

وہ دھیرے دھیرے قدم اٹھاتا اس کے مدمقابل آیا تھا اور پھر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولا۔

"تمہاری بہن نے نہیں بتایا تھا کہ میں کیسا ہوں؟"

"نہیں تم اتنے اہم نہیں ہو کہ ہر کوئی ہر وقت تمہاری ہی باتیں کرے۔"

اس نے بھی بڑی بے خوفی سے کہا تھا۔

علینہ کو فیڈر پلا کر بڑے اطمینان سے لٹا کر اسی مطمئن سے انداز میں اس کے قریب سے ہو کر باہر نکلتی چلی گئی۔ وہ مرد اس وقت بالکل بت بن گیا تھا۔

اس کی پوسٹنگ ان دنوں اسی شہر میں تھی گارڈ ہر وقت ڈیوٹی پر تعینات رہتے' سرکاری بنگلہ تھا سیکورٹی سخت تھی۔ قریب ہی دفتر تھا اس لیے اکثر وہ گھر بھی آجاتا۔ جب وہ لگا تار بہن سے ناشتا' کھانا مانگنے لگا تو وہ بولی۔

"یہ تمہاری بیوی کہاں ہے؟" صائمہ کڑے تیور لیے اس سے پوچھ رہی تھی۔

"یہ مہارانی کچھ زیادہ نہیں بن رہی۔" کچن میں ماں کو داخل ہوتے دیکھ کر وہ اب ماں سے مخاطب تھی۔

"جاؤ بول کے آؤ کہ سکندر کے لیے ناشتا لگائے۔" الفت نے بیٹے کو دیکھ کر حتی الامکان لہجہ نارمل رکھا تھا۔

کچھ دیر بعد وہ منہ لٹکا کر واپس آئی تھی اس کا چہرہ شرمندگی کے مارے کچھ سرخ تھا۔

"کیا ہوا آئی نہیں وہ۔"

"کہہ رہی ہے کہ تم دونا' بہن ہو اس کی اور اگر تم یہ ذمہ داری نہیں اٹھا سکتیں تو پھر بھائی سے کہو کہ ملازم رکھ دے کھانا بنانے کے لیے۔" اس کی بات پر الفت بھڑک اٹھی تھیں۔

"سنا تم نے یہ لڑکی تو مجھے بالکل ٹھیک نہیں لگ رہی۔ جب سے یہاں آئی ہے کاٹ کھانے کو دوڑ رہی ہے۔" اس کی ماں بھی ناراض لگ رہی تھی۔ کسی نتیجے پر پہنچنے کی کوشش کرتا وہ پرسوچ انداز میں قدم اٹھاتا کمرے میں آیا۔

وہ **علینہ** کو سلائے خود کسی کتاب میں غرق تھی۔ وہ اس کے سر پر کھڑا چند لمحے تک تو اسے دیکھتا رہا پھر بولا۔

"آج **علیشا** کو امی کے کمرے میں سلا دینا۔"

"**علیشا** میرے ساتھ سوئے گی۔"

"میں نے کہا وہ سنائی نہیں دیا تمہیں۔"

"نہیں کیونکہ نہ تو میں تم سے بات کرنا چاہتی ہوں نہ تمہاری کوئی بات سننا چاہوں گی۔"

کتاب اس کے ہاتھ سے چھین کر وہ نہایت تلخی سے بولا۔

"اپنی اوقات بھولی بیٹھی ہو یہ مت بھولو کہ تم کیا حیثیت رکھتی ہو۔"

"ہاں حیثیت کا تعین تو کیا ہے میں نے' تبھی تو تمہارے ساتھ بولتی ہی نہیں۔" ایک گہرا وار کر کے وہ چادر خود پر ڈالتی بات ہی ختم کرچکی تھی۔ آنے والے دنوں میں یہ ثابت ہو چکا تھا کہ وہ کیا ہے اور اس کی حیثیت کیا ہے۔ وہ عورت بہت اچھی طرح سمجھانے لگی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ تکونی زندگی جی رہی تھی۔ یہ تکون بجوہ' **علیشا**' **علینہ** پر مشتمل تھا۔ یعنی اس مرد کی تو کوئی اوقات ہی نہ تھی کہ وہ اس تکون کے حصار تک پہنچ ہی پاتا۔ اسے اپنا آپ بہت غیر اہم محسوس ہونے لگا تھا۔ وہ جو ہر وقت سراہے جانے کے شوق میں مبتلا تھا اسے اپنا آپ نظر انداز کرنا سخت کھل رہا تھا۔ یعنی جو کچھ وہ دوسرے کے ساتھ کرتا تھا اب وہ اس کے ساتھ ہونے لگا تھا۔ وہ لڑکی اسے جھٹلا رہی تھی یہ ظاہر کررہی تھی کہ اس کا وجود اس کے لیے نہ ہونے کے برابر ہے۔ اتنا غیر اہم تو کبھی نہیں رہا تھا وہ۔

صبح وہ خود اٹھ کر تیار ہوتا وہ **علیشا** کو تیار کرتی اسے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ناشتا کروا کر اسکول روانہ کردیتی اس کی ماں اور بہن اس سے بہت نالاں تھیں۔ اس کا رویہ ان کے ساتھ بھی اچھا نہ تھا۔

"لڑکی میں دیکھ رہی ہوں کہ تم اپنے شوہر کے کھانے پینے کپڑوں کسی بھی ضرورت کا خیال نہیں رکھتیں — اس لیے تو تمہیں نہیں لے کر آئی تھی کہ تم مہارانیوں کی طرح بیٹھی شان سے رہو۔"

وہ بڑے جلے دل سے کہہ رہی تھیں جبکہ وہ بڑے مطمئن سے انداز میں بولی تھی۔

"پوتیوں کے لیے ہی تو لائی تھیں نا آپ مجھے وہ ذمہ داری میں بہت اچھی طرح نبھا رہی ہوں اور کیا چاہیے آپ کو۔"

"دیکھا کیسے جواب دے رہی ہے مجھے۔" وہ تو ہتھے سے اکھڑ گئی تھیں۔

"اس کی بہن تو اس جیسی — نہیں تھی وہ تو بہت با اخلاق ملنسار تھی مجھے کیا خبر تھی کہ یہ آفت ہے پوری کی پوری۔ میری تو توبہ جو اس بلا کو بیاہ لے آئی۔"

"ہاں اسی نیک پروین کی چاہ میں ہی تو ہمارے گھر آئی تھیں آپ تاکہ دوسری پر بھی اسی طرح کے ظلم کے پہاڑ توڑ کر دوسری سے بھی دنیا پاک کردیں۔"

اس کے اس قدر سچائی پر مبنی بات پر وہ پہلو بدل کر بولیں۔

"تو کیا میں نے مارا تھا اسے۔ مجھے کیوں کوس رہی ہو کیا کمی تھی اسے یہاں" الفت بھڑکتی اپنے حواس خطا کیے جا رہی تھیں۔

"ہر چیز کی کمی تھی محبت کی، دوستی کی، رشتوں کی، دولت کی، اس کے لیے تو ہر چیز ناپید تھی۔" وہ حقیقت دکھانے پر آئی تو بولتی چلی گئی۔

"آپ سب ٹی وی دیکھنے دیں گے مجھے۔" قدرے جھنجلائے انداز میں ان کو روک کر وہ چلایا تھا۔ اس کے جاتے ہی ماں اس کے قریب بیٹھ کر بولیں۔

"بہت دھوکہ کھایا میں نے، میں تو سمجھی تھی کہ یہ بھی بہن کی طرح سعادت مند ہوگی مگر یہ تو پوری پٹاخہ ہے۔" وہ بنا کچھ کہے نگاہیں ٹی وی اسکرین پر جمائے کہیں اور تھا۔

☼ ☼ ☼

"تو آج آپ کو ہماری یاد آ ہی گئی۔" اس کے آنے پر نازنین نے بڑی دلکش مسکراہٹ سے اسے ویلکم کیا تھا۔

"ہاں بس کچھ طبیعت ٹھیک نہیں لگ رہی۔"

"ارے واہ ایسی حالت میں تو تمہیں اپنی بیگم کے پاس ہونا چاہیے تھا نہ کہ ہمارے پاس۔"

عالیشان کشادہ لاؤنج کے صوفے پر اس کے انتہائی قریب بیٹھی وہ بڑے عاشقانہ انداز میں کہے جا رہی تھی۔

"اگر اس کے پاس ہوتا تو پھر یہاں آتا؟" اس نے قدرے سنجیدگی سے کہا تو وہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"یہ بھی پسند نہیں ہے کیا؟"

پھر کچھ دیر بعد بولی۔

"اگر یہ بھی پسند نہیں تو پھر ہم سے شادی کیوں نہیں کر بیٹھتے۔ روز کا آنا جانا ختم ہو جائے گا۔" آج جانے کیوں نازنین کی باتیں بھی کچھ خاص بھلی نہ لگ رہی تھیں۔ وہ بے دلی سے اٹھا۔

"کیوں اتنی جلدی؟" وہ ہڑبڑا کر اٹھی تھی۔

"میں گھر جاؤں گا۔" یہ کہتے ہی وہ سیدھا نکلا تھا۔

وہ ایک اڑیل گھوڑے کی مانند سرکش زندگی کی لگام تھامے اپنی مرضی کی دوڑ لگائے ان میں سے ہر ایک کو پیچھے چھوڑنے کی تگ و دو میں تھی۔

شام کو — گرم چائے کا کپ لیے جب وہ لاؤنج میں آئی تو الفت کو سکندر کے پاس بیٹھے دیکھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی کافی دیر بعد جب وہ باہر نکلی تو ہنوز وہ دونوں وہیں بیٹھے ٹی وی کے کسی پروگرام پر تبصرہ کر رہے تھے۔

"مجھے تم سے کچھ بات کرنی ہے۔" اس کی بات پر یکدم سے رخ موڑ کر سکندر نے اسے دیکھا تھا۔

"کیا بات ہے؟" اپنی آواز اسے خود اجنبی لگی تھی۔

"تو کہو نا کیا چھپ کر پٹیاں پڑھانا چاہتی ہو۔" اس کی ساس نے فوراً کہا تھا۔

"آپ سے بات نہیں کر رہی میں۔" نہایت ترشی سے کہتی وہ ایک بار پھر سکندر کی جانب متوجہ ہوئی تھی۔

"**علیشا** کو میں کسی اچھے اسکول میں ڈالنا چاہتی ہوں۔ یہ اسکول مجھے پسند نہیں ہے۔"

"اے بی بی کیا کہہ رہی ہو اچھا خاصا تو ہے۔ لڑکی ذات ہے کون سا ہم نے اسے کمشنر لگوانا ہے، جو مہنگے مہنگے اسکولوں میں پڑھائیں لڑکا تھوڑی ہے، جس نے خاندان کو چلانا ہے۔" ان کی جاہلانہ باتیں اسے سخت ناگوار لگ رہی تھیں۔ تبھی تاثرات بنا چھپائے بولی۔

"میں نے آپ سے مشورہ نہیں مانگا اس کے باپ سے پوچھ رہی ہوں۔"

"دادی ہوں میں اس کی، میں فیصلہ کروں گی۔" وہ سلگ ہی تو گئی تھیں۔

"تم سے پوچھ رہی ہوں کسی اچھے اسکول میں ایڈمٹ کرواؤ گے یا نہیں۔" اس کی بات میں دھونس زیادہ تھی تبھی صائمہ بگڑتی ہوئی بولی۔

"امی صحیح کہہ رہی ہیں اتنے مہنگے اسکول میں ایڈمیشن کی ضرورت ہی کیا ہے۔"

"تم سے پوچھ رہی ہوں۔" وہ براہ راست سکندر کی آنکھوں میں دیکھتی بولی۔

"ٹھیک ہے، جو اسکول تمہیں پسند ہے بتا دینا میں کسی آدمی کو بھیج کر ایڈمیشن کروا دوں گا۔" بیٹے کی بات سن کر ماں بھونچکا اور بہن ہکا بکا رہ گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

اگلے دو دن کے اندر اندر ایڈمیشن ہو گیا تھا۔ وہ قدرے ریلیکس ہو گئی تھی۔ اگلے کچھ دنوں تک گھر کا ماحول شدید بوجھل رہا تھا۔ اس کی ساس اور نند دونوں بات بے بات سناتی اس کو اوقات یاد دلاتی رہی تھیں۔

"میں نے اس لیے کم تر گھر میں رشتہ نہیں کیا کہ تم ہمارے سر پر بیٹھنے کی کوشش کرنے لگو۔ حیا کے دائرے میں وقت بتاؤ گی تو گھر میں رہنے دوں گی ورنہ تو گھر کا دروازہ کھلا ہے۔"

شادی شدہ بیٹیاں بھی ماں کے گھر آئی ہوئی تھیں۔ وہ بھی بھائی کے سامنے بیٹھی اس کی برائیاں کر رہی تھیں۔

"ہمیں تو گھاس تک نہیں ڈالتی۔ ضوباریہ تو اچھی تھی اتنی خدمت کرتی تھی ہماری اور یہ تو جیسے کہیں کی مہارانی ہو۔ ایک کپ چائے تک کا نہیں پوچھتی۔"

"جھوٹ وہ بولیں جو قابل برداشت ہو جب سے آئی ہیں آپ کون کچن میں جان کھپا رہا ہے آپ کے لیے اگر آپ کے لیے میں ہاتھ باندھے چوبیس گھنٹے بھی کھڑی رہوں تب بھی کوئی نہ کوئی نقص آپ نے نکالنا ہی ہے۔" جانے وہ کب سے آکر ان کی باتیں سنتی رہی تھی۔

وہ سب اگلے دن بازار جا رہی تھیں سکندر سے رقم لے کر ماں بولی۔

"بچیوں کے کپڑے بھی لے آئیں گے ویسے بھی پھپھیاں جا ہی رہی ہیں۔"

"بچیوں کے رہنے دیں وہ میں خود لے آؤں گی آپ تکلف مت کریں۔" عجوہ نے منع کیا تھا۔

"کیوں پہلے بھی تو میں لاتی تھی۔"

"آپ کے لائے کپڑے مجھے پسند نہیں ہیں۔" اس کی برملا سچی بات پر غصے سے لال پیلی ہوتی الفت نے سب کو مخاطب کرتے کہا۔

"میری ہر بات پر اس کو اعتراض ہے۔ کیا نقص ہوتا ہے ان کپڑوں میں بھلا۔" وہ جرح پر تیار تھیں۔ جس پر نہایت اطمینان سے ان کا اطمینان غارت کرتی وہ بولی۔

"جیسے امیر غریب میں جیسے مہنگے اور سستے میں آپ جو پہنتی ہیں وہ مہنگا اور بچیوں کے سستے سے سوٹ ہوتے ہیں جو کہ مجھے ہرگز پسند نہیں۔" وہ آگ بگولا ہوتی بولیں۔

"کیا ماں کے گھر تم نے کبھی مہنگے سوٹ پہنے ہیں۔"

"نہیں پر یہاں پہنوں گی۔ بائی داوے میں بچیوں کی بات کر رہی تھی اپنی نہیں۔" سکون آمیز لہجہ میں

پاکستان وَیب اور رِیڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

آگ لگاتی وہ ان کی شاپنگ کا سارا موڈ غارت کر گئی تھی۔ رہی سہی کسر بیٹے نے پوری کردی تھی۔

"اماں بچیوں کے رہنے دیں وہ خود خرید لے گی جو اسے پسند ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ تو باہر چلا گیا جبکہ وہ غش پہ غش کھانے لگی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"مجھے لگتا ہے کہ میرے بچے پہ تعویذ وغیرہ کرواتی ہے۔ وہ تو میری بات رد کر کے کیسے اس کی بات بلا چوں چراں مان لیتا ہے اگر یہی حال رہا تو یہ تو ہمیں گھر سے ہی نکال کر دم لے گی۔"

"اماں سچ کہوں تو بھائی بھی دبنے لگا ہے اس سے۔ پہلے تو ایسا نہ تھا۔" صائمہ بھی نمک پاشی کیے جارہی تھی۔

اگلے دن جب وہ شاپنگ کے لیے گھر سے نکلنے لگی تو وہ بے ساختہ کہہ بیٹھا تھا۔

"رکو میں لے کر جاتا ہوں تم اکیلی کیسے جاؤ گی۔" اس وقت وہ بلیک پینٹ پر بلیک شرٹ پہنے گلاسز آنکھوں پر چڑھائے کافی سنجیدہ تھا۔

"شکریہ پر میں خود جاسکتی ہوں۔"

"ضد مت کرو ڈرائیور کے ساتھ چلی جاؤ۔" وہ ہنوز سنجیدہ تھا۔

"مجھے عادت نہیں جس طرح آپی دھکے کھاتی کہیں آتی جاتی تھیں بالکل ویسے میں بھی جاسکتی ہوں۔" ایک سخت جملہ اس کے منہ پر مار کر وہ گیٹ سے نکل گئی تھی۔

"میں لعنت بھیجتی ہوں تمہارے عہدے اور تمہاری مراعات پر۔" دل ہی دل میں بڑبڑاتی ٹیکسی میں مارکیٹ چلی گئی تھی۔

یونیفارم وغیرہ خرید کر اگلی صبح سے **علیشا** نے اسکول جانا شروع کردیا تھا۔ صبح ناشتے کی ٹیبل پر الفت ایک بار پھر اس کے فیصلے پر ناقدانہ رائے کا اظہار کیے جارہی تھیں۔

"بچی کو اتنی دور اسکول بھیجنا کتنا مشکل ہوگا ضرورت ہی کیا تھی کہ اتنی دور کے اسکول میں ڈال دیا اب کون لے کر جائے گا؟"

"باپ" کچھ ثانیے بعد قدرے سکون سے بولی۔

"باپ ہے نا جب پیدا کرسکتا ہے تو لے جا کیوں نہیں سکتا۔"

اس کے اس سکون آمیز جملہ میں بھی بلا کی کاٹ تھی۔ نوالہ بہ مشکل نگلتے وہ ماں کو دیکھ کر اپنی گمبھیر آواز میں بولا تھا۔

"میں لے جاؤں گا کوئی مسئلہ نہیں ہے۔"

"**علیشا** تیار ہے؟" وہ عجوہ پر نظریں جمائے پوچھ رہا تھا۔

"ہاں چلو اٹھو **علیشا**" اس کا بیگ اور پانی کی بوتل اٹھا کر وہ اس کے ہمراہ باہر پورچ تک آئی۔ گاڑی کے دروازے کے پاس کھڑی وہ سکندر کے باہر آنے کا انتظار کررہی تھی۔ کچھ دیر میں وہ ماں کو سکتے میں چھوڑ کر باہر آیا تھا۔ وہ اس کے قریب آکر اس کے پیچھے کھڑا فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھولنے کے لیے اس کے بالکل قریب ہوا تھا اس کے سینے سے اس کے کندھے مس ہوئے تھے۔ یکدم سی مڑنے پر وہ بالکل اس کے سینے سے ٹکرائی تھی۔

"راستہ دو۔" نظریں اٹھا کر اس نے بڑے سپاٹ سے انداز میں کہا تھا۔

بڑی خاموشی سے اس نے ہٹ کر راستہ دیا تھا وہ **علیشا** کو لے کر اسکول چلا گیا تھا پھر تو جیسے یہ اس کی ڈیوٹی میں شامل ہوگیا تھا۔ وہ اسے خود ہی لے کر جاتا اور واپسی پہ گارڈ کو بھیج دیتا۔

اسے لگ رہا تھا کہ زندگی جو جمود کا شکار تھی یکدم سے اس میں رعنائی اور چاشنی در آئی تھی۔ وہ نہیں جانتا تھا کہ وہ کیوں جینے کے مزے سے ہم آہنگ ہونے لگا تھا اگرچہ دلکشی رعنائی تو پہلے بھی اس کی زندگی کی ساتھی تھیں مگر خوشی اب دل کے بند خانوں میں رچی بسی وہ تو اس نے کبھی محسوس ہی نہیں کی تھی۔

وہ ایک ایسا مرد تھا جسے ہمیشہ ہر عورت نے چاہا تھا

اس کی ظاہری جسمانی خوبصورتی اور عہدہ ہمیشہ اس کی چاہت کی اولین وجوہات رہی تھیں۔ مگر اب اسے لگنے لگا تھا کہ جیسے وہ تو وہ ہے ہی نہیں جسے ہر کوئی سراہتا رہا ہے۔ یہ لڑکی جس طرح اس کی ذات کی نفی کرتی تھی وہ اسے یہ سوچنے پر مجبور کرتا تھا کہ وہ بھی کبھی **ریجیکٹ** ہو سکتا ہے۔ مگر بات یہاں **ریجیکٹ** ہونے کی بھی نہیں تھی کچھ اور تھا جو اسے پگھلا رہا تھا۔

کیا اس عورت کا وجود؟ کیا وہ چاہتا تھا کہ وہ اسے اپنی قربت دے کر ساری دوریاں مٹا دے۔ تاکہ اس کے بے چین وجود کو قرار مل سکے جو نظرانداز ہونا کسی طور بھی برداشت نہ کرپارہا تھا۔ وہ لڑکی کیا بہت حسین تھی جو دل کو مضطرب کررہی تھی ایسا نہیں تھا۔ اس نے بہت حسین لڑکیاں دیکھی تھیں وہ ان کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ پانچ فٹ پانچ انچ قد، مناسب بدن، گندمی رنگت بڑی آنکھیں کتابی چہرہ۔ وہ پرکشش تھی پر اس قدر حسین مرد کے سامنے کچھ بھی نہیں تھی۔ وہ مضطرب رہتا اور اضطراب کی اس کیفیت میں گھنٹوں اسی کے بارے میں سوچتا چلا جاتا۔ شاید اس لڑکی نے دور رہ کر اسے سوچنے پر مجبور کردیا تھا۔

☼ ☼ ☼

آج سنڈے تھا وہ دیر تک سویا رہا تھا۔ جیسے ہی نیند سے بیدار ہوا تو **علیشا** کو تیار دیکھ کر فوراً پوچھ بیٹھا تھا۔

"یہ بیگ وغیرہ کہاں لے کر جارہی ہو؟" **علینہ** کا چھوٹا بیگ تھامے وہ کمرے سے نکل رہی تھی جب اس نے اسے روکا تھا۔

"ہم نانو کے گھر جارہے ہیں۔" اطلاع دیتی نکلی تو وہ یکدم سے بستر سے اترتا بڑی سرعت سے پاؤں میں چپل ڈالے باہر آیا تھا۔

خوابیدہ سی آنکھیں، شرٹ کے کھلے بٹن، وہ اس کے سامنے کھڑا تھا۔

"کہاں جارہی ہو؟"

"امی کے ہاں۔" ایک عام سی نظر اس پر ڈال کر وہ **علیشا** کا ہاتھ تھامے **علینہ** کو گود میں اٹھائے لاؤنج کا داخلی دروازہ پار کر کے باہر نکل گئی۔ وہ اس کے پیچھے چلا آیا۔

"میں لے کر جاتا ہوں تھوڑی دیر ویٹ کرو کپڑے بدل کر آتا ہوں۔"

"نہیں ہم خود چلے جائیں گے۔"

اس کی ہٹ دھرمی پر ناگوار تاثرات چہرے پر لاتے وہ ناگواری سے بولا۔

"تو پھر ڈرائیور کے ساتھ جاؤ۔"

"نہیں آپی ہمیشہ ٹیکسی استعمال کرتی تھیں میں اس سے اچھی نہیں ہوں کہ گاڑیوں میں بیٹھ کر سفر کروں۔"

"پر میری بیٹیاں ٹیکسی میں سفر نہیں کریں گی۔"

"اچھا۔" وہ تمسخر اڑاتی رک کر اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر بولی۔

"کیا آپی **علیشا** کے ساتھ ٹیکسی پر نہیں آتی تھیں؟"

اس کی بات پر وہ لاجواب ہوگیا۔

"چلو **علیشا**۔" وہ پیدل ہی چلی گئی۔

وہ بے دلی سے واپس مڑا تھا۔

☼ ☼ ☼

"میں حیران اس بات پر ہوں کہ وہ آخر چاہتی کیا ہے۔ نہ تو اسے میرے گھر والے اچھے لگتے ہیں نہ ہی میں۔ ایسا لگتا ہے کہ جیسے اس نے شادی محض انتقام لینے کے لیے کی ہو۔ میں مانتا ہوں کہ مجھ سے کوتاہی ہوئی ہے مگر یار وہ تو بالکل کمپرومائز کرنے پر تیار نہیں۔"

وہ حذیفہ کے سامنے اپنے دل کی باتیں عیاں کر بیٹھا تھا۔ حذیفہ اس کے بچپن کا دوست تھا ان دونوں کی مثالی دوستی آج تک قائم تھی وہ دونوں اپنی کوئی بھی بات چھپاتے نہیں تھے۔

"تمہیں مسئلہ کیا ہے اگر وہ پاس نہیں آتی تو کب تک ایسا کرے گی۔ باہر کیا کم ہیں بتاؤ اسے۔"

"نہیں یار وہ کچھ عجیب شے ہے آسانی سے ماننے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

والی نہیں۔"

وہ بہت سنجیدگی سے بولا تھا۔

"چھوڑو اسے آؤ تمہیں آؤٹنگ کراتا ہوں پھر دلنشین سے بھی ملوادوں گا۔"

"نہیں یار اس وقت تو کچھ بھی نہیں۔"

"کیا اپنی دوسری بیوی کے لیے جوگ لینے والے ہو۔" حذیفہ نے مذاق اڑایا تھا۔ دونوں ہاتھ سر کے نیچے رکھے وہ ایک گہری سانس لے کر بولا۔

"فی الحال تو ہوش و حواس میں ہوں۔" حذیفہ اسے تنگ کرنے لگا کچھ ہی دیر میں وہ وہاں سے چلا آیا تھا۔ گھر آکر پہلی نظر لان میں کھیلتی **علیشا** پر پڑی تو بے اختیار بھاگ کر وہ اس تک پہنچا تھا۔ اسے گود میں اٹھا کر بولا

"مما کہاں ہیں ؟"

"اندر ہیں **علینہ** کو سلانے لے گئی ہیں۔" اسے چھوڑتا وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا تھا۔ وہ بیگ سے چیزیں نکال کر اپنی جگہوں پر رکھ رہی تھی۔

وہ قریب جاکر دونوں ہاتھ سینے پر باندھے بہت خاموشی سے اس کے مصروف ہاتھوں کو دیکھتا یکدم سے بولا۔

"کس کے ساتھ آئی ہو؟"

"اکیلے"

"مجھے کال کی ہوتی میں آجاتا لینے" اس کی آنکھیں کچھ پل کے لیے جیسے اس کی آنکھوں میں گڑ گئی تھیں پھر نظریں بدل کر اپنے کام میں مصروف ہو گئی۔

پھر نامحسوس انداز میں وہ اس لڑکی کے شکنجے میں جکڑتا چلا گیا۔ ماں الگ ناراض تھی۔ ان کی ناراضی بعض صورتوں میں بجا بھی تھی۔ وہ لڑکی ان کے ساتھ بھی اپنا رویہ بہتر نہ کر پارہی تھی لیکن وہ بھی مجبور تھا بہرحال وہ اس کی بیٹیوں کی بہت اچھی طرح دیکھ بھال کررہی تھی۔ اس کی ہر بات وہ بلاچون و چرا مانتا چلا جاتا تھا۔ اسے لگتا تھا جیسے وہ اس کا غلام بنتا جارہا ہو۔ جس میں نہ کہنے کی صلاحیت ہی نہ ہو۔ ابھی بھی وہ دفتری کاموں میں الجھا ہوا تھا جب اس کے موبائل پر عجوہ کی کال آئی تھی۔

"**علینہ** کی طبیعت ٹھیک نہیں ہے کسی ڈاکٹر سے اپائنٹمنٹ لے لیں۔"

"ٹھیک ہے اور کچھ۔" وہ نہ چاہتے ہوئے بھی ملازم بن جاتا۔

"اور کچھ نہیں" کھٹاک سے فون بند ہوا تھا۔

"کوئی ایسا دن بھی ہوگا جب یہ کہے گی کہ۔" یکدم سے چونک کر اپنی سوچ پر لعنت بھیج کر وہ اپنے پی اے کو اپائنٹمنٹ لینے کا کہہ چکا تھا شام کو وہ اسے ڈاکٹر کے پاس لے گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

آج کل موسم کچھ بدل سا گیا تھا۔ ہلکی ہلکی سردی پڑنے لگی تھی۔ موسمی اثرات کے ساتھ دلوں کے حالت بھی کبھی کبھار بدل جایا کرتی ہے۔ وہ بھی اس اداس شام میں ضوباریہ کے بارے میں سوچتے سوچتے آبدیدہ ہوگئی تھی۔ کتنی محبت تھی اسے اس شخص سے جو کسی بھی لحاظ سے محبت کے لائق نہ تھا۔ یہاں تک کہ اس شخص کی محبت میں فنا ہوگئی۔ دل میں درد اٹھا تو وحشت سی ہونے لگی۔

اس وقت وہ مرقع اضطراب بنی سوچوں کے تسلسل میں گھری تھی کہ جس سے نکلنا اسے خود بھلا نہ لگ رہا تھا۔ آبلہ پائی کی جس کیفیت سے اس کی بہن دوچار ہوئی تھی وہ کبھی بھول نہیں سکتی تھی۔ اس کی بہن بے وقوف تھی جو اس مرد کی ظاہری خوبصورتی سے متاثر ہو بیٹھی تھی اور اس کے اندر کے تعفن گندگی کو دیکھ ہی نہ سکی جو عجوہ کو نظر آرہی تھی۔ جانے بوجھتے وہ کس طرح بے ریا محبت کر سکتی تھی اس سے۔ اسے بہن پر دکھ کے ساتھ حیرت بھی ہو رہی تھی۔

زینب کا رشتہ آیا تھا۔ چٹ منگنی پٹ بیاہ والا معاملہ تھا لڑکے کی بہت اچھی جاب تھی سو ماں باپ نے بات پکی کردی تھی۔ وہ ہفتہ کے ہفتہ ماں کے گھر جاکر تیاریوں میں مدد کردیا کرتی تھی۔ الفت کو بہت اعتراض تھا جس کا برملا اظہار انہوں نے اس کی موجودگی میں کیا تھا۔

"کیا گھر میں اور بہنیں نہیں ہیں جو یہ یہاں سے چل پڑتی ہے۔ اسے کہو کہ گھر میں ٹک کر رہے مجھے ہرگز یہ برداشت نہیں ہے کہ یہ آئے روز چل پڑے۔"

اس کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی۔ وہ بڑے مزے سے جاتی رہی ادھر الفت کڑھ کڑھ کر سکندر کو بھڑکانے کی مسلسل کوشش کرتی رہیں۔

"امی بھائی کو کہنے کی ضرورت نہیں یہ تو خود ان سے ڈرتے ہیں۔" صائمہ نے طنز کیا تو ماں نے بھی کہا۔

"ہاں مجھے بھی ایسے ہی لگ رہا ہے۔" اس نے چپ سادھ لی تھی کچھ کہہ کر وہ ماں کا دل دکھانا چاہتا تھا اور نہ ہی وہ اسے روک سکتا تھا۔ اس قدر بے بسی والی کیفیت اس کی زندگی میں کبھی آئے گی اس نے سوچا تک نہ تھا۔ شادی والے دنوں میں تو وہ ادھر ہی رک گئی تھی۔ اور پھر وہ دن بھی آیا تھا جب اس کے میکے والے عجوہ سمیت شدید حیرت سے دوچار ہوئے تھے۔

☼ ☼ ☼

ڈرائنگ روم میں بیٹھا وہ لقمان احمد کے ساتھ باتوں میں مصروف تھا۔ داماد کو یوں آج یہاں دیکھ کر وہ حقیقی معنوں میں بہت خوش تھے یہ مسرت ان کے ہر انداز سے جھلک رہی تھی۔ اس کی خوب آؤ بھگت ہو رہی تھی۔ راشدہ الگ صوفے پر بیٹھی مسکرا رہی تھیں۔ لقمان نے بیوی کو اشارہ کرکے باہر بلایا ان کے جاتے ہی ڈرائنگ روم میں وہ اکیلا رہ گیا تھا۔ کچھ ہی دیر میں **علیشا** آئی باپ کے گلے لگ کر گود میں بیٹھ گئی۔

"مما کہاں ہیں۔" نہایت دھیمے سے وہ اس کے کان میں بولا تھا۔

"وہ کام کررہی ہیں۔" **علیشا** نے مختصر کہا۔ اتنے میں سب سے چھوٹی بہن فاطمہ اندر آئی تھی۔

"**علیشا** آپی بلا رہی ہیں" **علیشا** فوراً" اس کی گود سے اتری اور بھاگ کر نکل گئی۔ راشدہ بیگم بھی اندر آکر بیٹھ گئیں۔

"کون سی کلاس میں پڑھتی ہو تم ؟" اس نے فاطمہ سے پوچھا تھا۔

"نائنتھ۔" اس نے کچھ شرما کر کہا تھا۔

"اب کی بار اسکول میں ٹاپ کیا ہے بورڈ کے ایگزیم میں۔" اس کی ماں خوش خوش بتارہی تھی۔

"اوہ! پھر تو بہت لائق ہے۔" وہ خوش دلی سے بولا پھر اس کا ہاتھ بے اختیار جیب کی طرف بڑھ گیا۔ دو ہزار ہزار کے نوٹ نکال کر بولا۔

"ادھر آؤ یہ انعام تمہارا اگلی دفعہ آؤ گی ٹاپ تو اس سے بھی زیادہ ہو گا۔" راشدہ بیگم ہکا بکا رہ گئیں۔

"نہیں بیٹا ایسا نہیں کرو تم شرمندہ کر رہے ہو۔"

"آؤ نا" فاطمہ کو جھجکتے دیکھ کر وہ بولا۔ وہ ماں کو سوالیہ نگاہوں سے تکتی رہی پھر اجازت ملنے پر فوراً" آگے بڑھ کر روپے تھام لیے تھے۔ کچھ ہی دیر میں انہوں نے چائے کے ساتھ بیشتر لوازمات سے ٹیبل سجادی۔ چائے سے فراغت کے بعد ٹیبل صاف ہو گئی تو اتنے میں ایک بار پھر **علیشا** اندر آئی۔

"ادھر آؤ۔" **علیشا** کو اپنے پاس بلا کر وہ ایک بار پھر دھیرے سے بولا تھا۔

"مما کہاں ہیں؟"

"وہ **علینہ** کو کپڑے پہنا رہی ہیں میرے کپڑے بھی چینج کردیے ہیں۔"

"جاؤ مما سے کہو کہ پاپا بلا رہے ہیں۔" ایک بار پھر وہ انتظار کرنے لگا۔

ایسا انتظار تو کبھی اس نے نہ کیا تھا۔ اس وقت جو کیفیت ہو رہی تھی اس کیفیت سے کبھی اس کا پالا نہ پڑا تھا۔ اس نے تو ہمیشہ اوروں کو انتظار کروایا تھا۔ آج خود اس لذت سے آشنا ہو رہا تھا تو معلوم ہوا تھا کہ انتظار کس قدر اذیت ناک ہوتا ہے جان لیوا ہوتا ہے۔ جاں گسل ہوتا ہے۔

دل کی بے چینی عروج پر تھی جس کا گلا گھونٹنا اس کے بس میں نہ تھا۔ کچھ ہی دیر بعد وہ چلی آئی تھی۔ اسے دیکھ کر وہ بے اختیار اٹھا تھا۔ اس نے سلام کیا تھا جس کا جواب بے دھیانی میں وہ دے بھی نہ پایا تھا۔ عجوہ کا انداز بہت عجلت بھرا تھا۔ اپنی جیب سے کچھ رقم

WWW.PAKISTAN.WEB.PK
پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

نکال کر اس نے اس کی طرف بڑھائی تھی۔

"یہ اپنی ماں کو دینا میں خود کچھ خریدنا چاہتا تھا پر ٹائم نہیں ملا۔" وہ کچھ پل تو رقم کو دیکھتی رہی پھر بولی۔

"ساری تیاری مکمل ہے اس کی ضرورت نہیں ہے۔"

"یہ میں تمہیں نہیں تمہاری بہن کو شادی کا گفٹ دے رہا ہوں۔" وہ بھی زچ ہوا تھا۔

"لیکن اتنی رقم میں نہیں لوں گی۔" رقم خاصی بڑی تھی جسے لینے کی غلطی وہ کبھی نہیں کرنے والی تھی۔ ان کے درمیان بات ہو رہی تھی کہ راشدہ بیگم خود اندر آئیں انہیں دیکھ کر اپنے بے وقت آنے پر جیسے سٹپٹا گئیں وہ مڑ کر نکلنے ہی والی تھیں جب سکندر کی آواز پر رکیں۔ وہ رقم اب وہ انہیں دینے لگا تھا۔

"یہ زینب کی شادی کا گفٹ ہے اگر آپ نے نہیں لیا تو پھر میں بہت ناراض ہوں گا اور اگر قبول کر لیا تو پھر میں یہ سمجھوں کہ آپ مجھے اپنا بیٹا سمجھتی ہیں۔"

"نہیں بیٹا اتنی رقم" وہ ہچکچا رہی تھیں۔

پھر اس کی ناراضی کے خیال سے بولیں۔

"بیٹا یہ بہت زیادہ ہیں۔" انہیں سمجھ نہیں آرہی تھی کہ وہ لیں یا انکار کر دیں۔

"تو ٹھیک ہے نا آپ مجھے بیٹا نہیں سمجھتیں۔" وہ ناراض ہو کر مڑا تو یکدم سے انہوں نے پکارا۔

"نہیں بیٹا اچھا دو میں لے لیتی ہوں۔" کچھ سوچ کر انہوں نے وہ رقم لے لی۔ وہ مسکرا دیا راشدہ چلی گئیں وہ سپاٹ انداز میں کھڑی اسے خشمگیں نگاہوں سے دیکھتے رہنے کے بعد بولی۔

"تمہاری ماں کو پتا ہے کہ تم اتنا بڑا گفٹ دے رہے ہو۔"

"یہ رقم میری ماں کی نہیں میری ہے۔" اس نے بنا جھجکتے کہا تھا۔

وہ واپس چلا گیا تھا سب سے زیادہ حیرت کی بات یہ تھی جب اس نے رخصتی والے دن بھی شرکت کی تھی۔ لقمان احمد تو پھولے نہ سما رہے تھے اچھا خاصا رعب پڑ رہا تھا برادری اور پڑوس والوں پر۔ مقام حیرت تھا کہ سکندر جیسا تکبر و غرور والا بندہ اس لڑکی کے ہاتھوں اس قدر با اخلاق بنا تھا۔ سب سے زیادہ حیرت تو اسے خود ہو رہی تھی۔

☼ ☼ ☼

ڈرائنگ روم سے باتوں کی آواز آرہی تھی۔ وہ لاونج میں بیٹھی الفت کے ساتھ والے صوفے پر بیٹھ گیا۔

"کوئی آیا ہے؟" صوفے کی بیک سے سر اٹھا کر اس نے پوچھا۔

"تمہاری بیوی کی دوست ہے یہ لڑکی تو آئے دن آتی رہتی ہے۔" الفت نے ناگواری سے کہا۔

"تو آپ لوگوں کو بھی تھوڑی سی کمپنی دینی چاہیے تھی اسے۔" سکندر کی بات پر صائمہ کا منہ غصے سے سرخ پڑ گیا تھا۔

"کیا بیوی کے ساتھ ساتھ اس کی دوست سے بھی ڈرنے لگے تم۔"

"یہ تم کس طرح بات کر رہی ہو ہر وقت ایک ہی بات۔ بڑی ہو لحاظ کر رہا ہوں آئندہ میں اس قسم کی کوئی بکواس برداشت نہیں کروں گا۔" اسے شدید غصہ آیا تھا صائمہ کی فضول گوئی پر۔

"ہاں نا سارا سارا دن کان بھرتی ہے ہمارے خلاف اب تو ہم برے لگنے لگے ہیں۔"

"تمہارے ساتھ تو بات کرنا ہی فضول ہے۔" وہ اٹھ کر کمرے میں چلا گیا تھا۔

"دیکھا اماں کیسے مٹھی میں کر لیا ہے۔ میں نہ کہتی تھی کہ کوئی جادو ٹونا کرتی ہے تم بیٹھی رہنا بڑا بھروسہ تھا نا بیٹے پر اب بھگتو۔ غریب گھر کی لڑکی مٹھی میں رہے گی دیکھ لیا نتیجہ۔" وہ ماں کو سنا کر دل کی بھڑاس نکالنے لگی۔ الفت سر جھکائے گہری سوچ میں گم ہوئی تھیں۔

☼ ☼ ☼

"یہ تمہاری مرجھائی شکل مجھے بالکل اچھی نہیں لگتی پہلے کی طرح فریش فریش رہو یار۔" حذیفہ اسے لتاڑ رہا تھا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"چائے پیو گے یا کولڈ ڈرنک۔" وہ دونوں آفس میں تھے حذیفہ نے آج اس کے آفس کا رخ کیا تھا۔

"چائے۔"

"حالات کچھ سازگار ہوئے یا نہیں۔" وہ معنی خیزی سے پوچھتا ہنس پڑا تھا۔

"کچھ بھی صحیح نہیں ہو رہا یار میرے گھر والے میرے خلاف ہوتے جا رہے ہیں۔ ذرا سی بات کا بتنگڑ بنا لیتے ہیں قسم سے آفس کی ہزار ٹینشن آسانی سے سہہ لیتا ہوں پر ان کی باتیں بالکل ہضم نہیں ہوتیں۔ اگر اس کی کسی بات کو درست قرار دوں تو ماں بہن ناراض ہو جاتی ہیں۔ میں اس کی اسی بات کو سپورٹ کرتا ہوں جو صحیح ہو مگر صحیح بات میں غلط پہلو نکال کر وہ مجھ پر چڑھ دوڑتی ہیں پہلے ایسا نہیں تھا۔"

"پہلے اس لیے نہیں تھا کہ تم نے کبھی اپنی بیوی کو سپورٹ کیا ہی نہیں تھا۔ سچ کہوں تو تم نہ تو اس کی کوئی بات سنتے تھے نہ دلچسپی لیتے تھے اس لیے وہ ٹوٹلی تمہارے گھر والوں کی تابع بن گئی تھی۔ تمہارے لیے کوئی مسئلے مسائل نہ تھے۔ یہاں بات دوسری ہے۔ تم بیوی میں دلچسپی بھی لے رہے ہو اور اس کی ہر بات بھی سنتے ہو یہی چیز انہیں بری لگ رہی ہے۔"

جہاں اس کے دوہرے رویے کی بات آجاتی تھی وہاں وہ موضوع ہی ختم کر دیتا تھا۔ اب بھی اس نے ایسے ہی کیا تھا۔

☼ ☼ ☼

اس کے ٹرانسفر آڈر آئے تھے وہ بہت پریشان تھا اتنی دور جانا اچھا نہیں لگ رہا تھا ایسے پہلے کبھی نہ ہوا تھا پر اب کی بار دل اچاٹ سا تھا۔ جانے کو من نہیں کر رہا تھا مگر مجبوری تھی دن قریب آرہے تھے وہ اپنی تیاری مکمل کر رہا تھا۔ اب کی بار وہ اکیلا جانا نہیں چاہتا تھا اس لیے وہ رات کو اس سے بات کرنے کا تہیہ کر کے مناسب موقع کا انتظار کر رہا تھا۔ بچوں کو سلانے کے بعد جب وہ نماز پڑھ کر سونے کے لیے بیڈ کی جانب آئی تو اس نے اس کے قریب آکر کہا تھا۔

"تم لوگ تیاری کر لو منڈے کو ہم جائیں گے سارا سامان پیک کر لو جو لے کر جانا ہے بعد میں۔۔۔"

"ہم کہاں جا رہے ہیں؟" کچھ نہ سمجھنے والے انداز میں بھی وہ سکون سے بولی تھی۔

"ٹرانسفر ہوا ہے میرا تم سب ساتھ جاؤ گے میرے۔"

"پر میں تو کہیں نہیں جا رہی۔" اس نے عام سے لہجہ میں کہہ کر بات ہی ختم کر دی تھی۔

"جہاں میں رہوں گا وہاں تم رہو گی۔" اس نے تحمل سے کہا تھا۔

"نہیں تمہارے گھر میں تو یہ قانون نہیں ہے۔ جہاں تم رہتے ہو وہاں بیوی کے بجائے گرل فرینڈ رہتی ہے تمہارے ساتھ۔ اب کی بار بھی قانون مت توڑنا۔" وہ آگ برساتی مڑی تو بے ساختہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اس کا رخ اپنی جانب موڑا تھا۔

"میں اس وقت کسی تلخی کے موڈ میں نہیں ہوں۔ پلیز سیریسلی میرے ساتھ بات کرو۔"

"میں مذاق نہیں کر رہی ہوں اور میرا جواب بھی تم سن چکے ہو۔"

"تم کیوں نہیں جاؤ گی میرے ساتھ؟" اس کے ماتھے پر شکنوں کا جال بن گیا تھا۔

"کیونکہ تمہاری پہلی بیوی کو بھی یہ حق نہیں ملا تھا۔" وہ اس کے اعصاب کو چٹخاتی بولی اور اسے زلزلوں کی زد میں چھوڑ کر وہ سو گئی تھی۔

☼ ☼ ☼

وہ چلا گیا تھا کچھ دن تک تو کوئی کال نہیں آئی تھی صرف ماں سے بات کر لیتا تھا لیکن آج وہ کال کر بیٹھا تھا۔

"بچے کیسے ہیں؟"

"ٹھیک ہیں" مختصر سا جواب آیا۔

"تم کیسی ہو؟"

"ٹھیک اگر ضروری بات نہیں ہے تو میں فون بند کر رہی ہوں۔ علینہ رو رہی ہے" دوسری جانب وہ

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

فون کاٹ چکا تھا۔ پھر اکثر ایسا ہونے لگا تھا وہ فون کرتا وہ مختصر جواب دے کر فون بند کر دیتی اس مرد کے اوسان خطا ہونے لگے تھے وہ اپنی انا غیرت عزت ہر چیز کو لات مارتا اسے روز فون کرتا اور وہ اسے دو کوڑی کا کر کے رکھ دیتی۔

"میں ذلیل ہوں نا جو اس کو روز فون کرتا ہوں اگر میں انسان کا بچہ ہوتا تو اس کی شکل بھی نہ دیکھتا۔" ساری بھڑاس حذیفہ پر نکالتا وہ بھڑک رہا تھا۔

"تو مت کرو خود ہی ٹھیک ہو جائے گی۔"

"کیسے ٹھیک ہو گی؟ بتاؤ مجھے" وہ اس پر چڑ کر بولا تھا۔

"تم کیوں اتنا پاگل ہو رہے ہو خیر تو ہے نا۔" حذیفہ اسے چھیڑنے لگا تھا۔

"لیکن وہ تو گویا کہیں اور ہی تھا۔

☼ ☼ ☼

آج پھر وہ مختصر بات کر کے فون بند کر چکی تھی۔ اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ بار بار اسے فون کیوں کر رہا تھا۔ اگر وہ بات نہیں کرنا چاہتی تھی تو اسے کیا آفت پڑی تھی کہ اس سے بات کرنے کے لیے مرا جائے۔ کمرے میں ٹہلتا وہ دونوں مٹھیوں کو بھینچتا سوچ سوچ کر تھک چکا تھا۔ نئے شہر نئے لوگ کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا۔ ایک مہینہ تین دن ہو چکے تھے اسے یہاں پر یہ ایک مہینہ تین دن تو صدیاں لگ رہی تھیں۔ وہ دل کو سمجھا سمجھا کر تھک گیا تھا پر دل بہک رہا تھا مچل رہا تھا۔ اس سسکتے اور مچلتے دل کو کسی غمگسار ہمدرد کی ضرورت محسوس ہی نہیں ہو رہی تھی کیونکہ اس کے درد کا درماں کوئی اور نہیں وہی عورت تھی۔

☼ ☼ ☼

"بابا آ گئے بابا آ گئے۔" **علیشا** خوشی سے جھومتی سکندر کے گلے لگ کر چیخ چیخ کر سارے گھر کو سر پر اٹھائے ہوئے تھی۔ ماں ——— سر چوم کر سفر کی تھکان کے بارے میں پوچھنے لگی۔

کچن میں **علینہ** کا فیڈر گرم پانی میں ابال کر وہ اب **علیشا** کی فرمائش پر میکرونی بنا رہی تھی۔ **الفت** نے کچن میں آ کر اسے مخاطب کر کے کہا۔

"سکندر کے لیے کھانا لگاؤ وہ صبح سے نہار منہ ہے۔" یہ کہتے ہی وہ چلی گئی اس نے مائیکروویو میں کھانا گرم کیا ٹیبل پر لگا کر خود ہی باہر لاؤنج میں آئی۔

"کھانا لگا چکی ہوں۔" یہ کہتے ہی وہ ایک بار پھر کچن میں غائب ہو گئی تھی۔ جبکہ الفت جو بیٹے کو صائمہ کی شادی کی تاریخ رکھے جانے کی خوشخبری سنا رہی تھیں بولیں۔

"جاؤ کھانا کھاؤ بعد میں اس پر بات کریں گے۔"

صائمہ کی شادی کی تاریخ رکھے جانے پر وہ بھی دل سے خوش ہوا تھا کم از کم وہ ماں کے سامنے اپنے گھر بار کی ہو جائے گی اچھا تھا۔ وہ نہا دھو کر اب فریش فریش لگ رہا تھا۔ اسے دیکھتے ہی تازگی بھرا احساس رگ و پے میں دوڑنے لگا تھا۔ اس پر گہری نظر ڈالتا وہ کرسی کھینچ کر بیٹھ گیا تھا۔

وہ اپنے کاموں میں مصروف تھی وہ کھا کم رہا تھا اور اسے زیادہ دیکھ رہا تھا۔ ایسا کیا تھا کہ جس نے اس کے سارے حواس سلب کر لیے تھے۔ دل الگ راستہ بدل گیا تھا اس کی پشت کو دیکھ کر وہ کھانے سے ہاتھ روک چکا تھا بھوک ساری ختم ہو گئی تھی۔ وہ اٹھا اس کے پاس جا کر بالکل قریب کھڑے ہو کر اس کے جسم کی خوشبو اپنے اندر اتارتا کچھ پل کے لیے بالکل مخمور سا ہو گیا تھا۔ اس کے پرفیوم کی مخصوص مہک اور موجودگی کے احساس پر اس نے رخ موڑا تو اپنے قریب اسے کھڑے دیکھ کر وہ یکدم سے چونک گئی تھی۔

"چائے بنا دو۔" یہ کہتے ہی وہ چلا گیا جبکہ وہ بے اختیار ٹیبل کو دیکھنے لگی اس نے کچھ بھی تو نہیں کھایا تھا۔ سب کچھ ویسے کا ویسا رکھا تھا۔

☼ ☼ ☼

تین دن کی چھٹیاں تھیں ان تین دنوں میں اس نے اپنا کام پورا کرنا تھا۔ رات تک سوچتے سوچتے وہ بالکل تھک چکا تھا۔ اکیلے جانے پر دل کسی صورت

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

آمادہ نہ تھا اسے ہر حال میں منانا تھا چاہے اس کے لیے اسے کسی بھی حد تک جانا پڑے۔ رات کو موقع نہیں ملا تو اگلے دن پھر سے بے چینی عروج پر تھی۔

ادھر ماں اور صائمہ شادی کی تیاریوں میں بہت مصروف ہو گئیں ——— وہ بھی ہوں ہاں میں سرہلاتا ہر چیز سے جیسے غافل تھا۔ شام کو جب **علیشا** دادی کے پاس تھی اور **علینہ** سو رہی تھی وہ موقع پاتے ہی لاؤنج سے اپنے کمرے میں آیا تھا۔ وہ **علیشا** کے یونیفارم استری کر رہی تھی۔ دروازہ لاک کر کے وہ اس کے پاس ہی آیا تھا۔ ایک سرسری عام سی نظر دروازے پر ڈال کر وہ ایک بار پھر سے اپنے کام میں مصروف ہوئی تھی۔

"تم پیکنگ کر لو ہم پرسوں جائیں گے۔" ناپسندیدہ موضوع جس سے وہ خود بچنا چاہ رہا تھا پر مجبوراً بول پڑا تھا۔

"میں تمہیں جواب دے چکی ہوں" عام سا جواب آیا تھا۔

"پر میں لازماً لے کر جاؤں گا" وہ سرکش ہونے لگا۔

"ماں کو لے کر جاؤ۔"

"اسے بھی لے کر جاؤں گا مگر پہلے تم جاؤ گی"

"میں کسی صورت نہیں جاؤں گی۔" وہ اس کی آنکھوں میں بے خوفی سے دیکھتی بولی تھی۔

"کتنی سزا دو گی مجھے سزا تو پہلے ہی بھگت رہا ہوں میں۔ کم از کم جا تو سکتی ہو تم میرے ساتھ۔" اس کے کندھے دونوں ہاتھ سے تھامے وہ یکدم سے اس کا رخ اپنی جانب موڑ کر بولا۔

"خدا کے لیے بات مان لو میری کتنا تڑپاؤ گی مجھے کتنی سزا دو گی، کتنی منتیں کروں تمہاری میں نہیں رہ سکتا وہاں اکیلا کتنی اذیت دو گی مجھے"

"ہاتھ ہٹاؤ" اس کے ہاتھ جھٹک کر وہ ایک بار پھر سے کپڑے استری کرنے لگی۔ ایک بار پھر اس کا چہرہ موڑ کر وہ التجائیہ لہجہ میں بولا۔

"پلیز چلو نا میرے ساتھ تم جو کہو گی وہ میں کروں گا جیسا تم کہو گی ویسا ہی ہو گا میں نہیں رہ سکتا تمہارے بغیر۔"

"یہی تو صوبار یہ بھی کہتی تھی تمہیں کبھی سنا تھا تم نے اسے۔ وہ بھی تو تمہارے بغیر مر گئی۔ کبھی بدکاری کرتے ہوئے اس کی یاد آئی تھی تمہیں۔ اس کے دل کا خون کرتے ہوئے تم تڑپے تھے۔ کس طرح ڈنکے کی چوٹ پر بے وفائی کرتے رہے۔ کانپے تھے اس وقت تم اس کی محبت کا سوچ کر کبھی تم نے اس پر ترس کھایا تھا نہیں نا۔ تو میں تم پر کیوں ترس کھاؤں کیوں رحم کروں تم پر" وہ زہرخند لہجہ میں اسے آئینہ دکھا رہی تھی۔

"ہاں ہوں میں گناہ گار۔ پر اب تو تمہارے ساتھ مخلص ہو گیا ہوں نا۔ اب تو میں اعتراف کرتا ہوں نا کہ میں نے غلط کیا تھا کیا تم مجھے معاف نہیں کر سکتیں؟" وہ گڑگڑانے لگا۔

"نہیں" اس کا حتمی جواب اسے سن کر گیا تھا۔

"تم جاؤ گی نا میرے ساتھ" وہ چند ثانیے بعد ہر بات بھلائے ایک بار پھر التجا کرنے لگا تھا۔

"نہیں"

"ایسا مت کرو میں مر جاؤں گا میں وہاں ایک لمحہ بھی نہیں گزار سکتا۔"

"تو مت گزارو تمہارے ہر لمحے کے ساتھی ہوتے ہیں۔" گہرا طنز بھی وہ امرت سمجھ کر پی گیا۔ استری کا پلگ نکال کر وہ سارے کپڑے الماری میں ہینگ کرنے لگی۔

"تم چل رہی ہو نا۔" وہ ایک ہی گردان کیے جا رہا تھا۔

"نہیں" زور سے الماری کا دروازہ بند کر کے وہ ایک قہر آلود نظر اس پر ڈال کر جانے لگی تو وہ اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکتا نم آلود نگاہوں سے تکتا بولا۔ "میں جل رہا ہوں اندر ہی اندر سلگ رہا ہوں میں۔ اگر تم وہاں نہ گئیں تو کچھ کر بیٹھوں گا میں ترس کھاؤ مجھ پر کسی عورت کی موجودگی میرے اندر کی آگ کو ختم نہیں کر سکتی کسی کی صورت بھی اچھی نہیں لگ رہی۔" وہ رونے لگا تھا۔

"تم بات مت کرنا دور رہنا پر میرے ساتھ اس گھر چلو پلیز اگر تم یہاں رہو گی تو میں بھی واپس نہیں جاؤں

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

گا۔ استعفیٰ دے دوں گا چھوڑ دوں گا یہ جاب۔" وہ ایک پل کے لیے ششدر رہ گئی پھر خود پر قابو پاتے بولی۔

"کچھ بھی کرنے سے پہلے اپنی بیٹیوں کے مستقبل کے بارے میں ضرور سوچنا۔"

"نہیں سوچوں گا جب میری زندگی تباہ ہوگی تو کسی کے بارے میں بھی نہیں سوچوں گا۔ میری بچیوں کا مستقبل تمہارے ہاتھ میں ہے اگر تم جاؤ گی تو وہ خود بخود بہتر مستقبل پالیں گی ورنہ میں استعفیٰ دے دوں گا۔ میں نہیں جاؤں گا۔" دونوں آنکھیں صاف کرکے وہ واش روم میں گھس گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

صبح کمرے کی صفائی کرتے ہوئے اس نے اس کے سائیڈ ٹیبل کی دراز میں استعفیٰ لیٹر دیکھا تھا یعنی وہ اس حد تک جاسکتا تھا۔ وہ الجھی الجھی رہی تھی اگر ایسا حقیقتاً ہوجاتا تو وہ اس کی بیٹیوں کی مجرم بن جاتی اپنی بہن کو کیا منہ دکھاتی کہ اس کی ذرا سی ضد کے ہاتھوں ان کا مستقبل تباہ برباد ہوگیا تھا۔ وہ ایسا نہیں کرسکتی تھی اس لیے دوپہر کو جب وہ سونے کے لیے کمرے میں آیا تو وہ خاموشی سے اندر آئی اور شرٹ اتارتے سکندر سے مخاطب ہوئی۔

"کل کس وقت جائیں گے ہم" اس کی بات پر کچھ پل کے لیے شاکڈ ہوتا وہ یکدم سے خوشی سے بھرپور آواز میں بولا۔

"جس وقت تم کہو۔" وہ جانے کی تیاری کرنے لگی جبکہ وہ شرٹ کو دوبارہ پہنتا کمرے سے نکل کر سیدھا ماں کے پاس آیا تھا۔ جب ماں کو جانے کا بتایا تو وہ تو سلگ ہی اٹھی تھیں۔

"ہم نہیں جارہے دیکھ نہیں رہے، بہن کی شادی کی تیاری کررہے ہیں اس کا سوچا تم نے یہ کیا وہاں جانے کی سوجھی۔"

"امی یہ بیگم صاحبہ کی پڑھائی گئی پٹی ہے۔ وہ کہاں ہماری خوشی برداشت کرسکتی ہے عین شادی والے دنوں میں جانے کی پڑگئی۔ پہلے تو جانے کا نام نہیں لیا تھا۔ اب کیا آفت پڑگئی۔"

"امی پلیز آپ بھی ساتھ چلیں وہاں سے تیاری کرلیں گے شادی کے دن تک واپس آجائیں گے۔ ویسے بھی یہ بنگلہ خالی کرنا ہوگا جو ایس پی یہاں پوسٹنگ پر آیا ہے اس کے لیے کم از کم ایک مہینہ تک کا ٹائم ہے۔"

"تو ہم اپنے گھر شفٹ ہوجائیں گے لیکن ابھی اتنی دور نہیں جاسکتے۔ شادی کے بعد میں آجاؤں گی پر ابھی نہیں۔" وہ تو بات ختم کرکے اٹھ گئیں ادھر وہ کشمکش و پیچ میں مبتلا واپس کمرے میں آیا تھا اور پھر آنے والے دنوں میں ان کے شفٹ کرجانے کے بعد اس کی ماں بہن بھی اپنے گھر شفٹ ہوگئیں —— اور سرکاری بنگلہ خالی کردیا تھا۔

☼ ☼ ☼

گھر کو ڈیکوریٹ کرنے میں کافی دن لگے تھے۔ وہ کافی تھک چکی تھی مسلسل کام نے نڈھال سا کردیا تھا۔ اگرچہ ملازم تھے پر زیادہ تر اندر کے کام وہ خود کرتی تھی۔ سارے لان کی کانٹ چھانٹ کرکے اس نے کچھ نئے موسمی پھول لگوائے تھے۔ **علیشا** کو اسی اسکول کی برانچ میں داخل کرلیا گیا تھا۔ پرسکون ماحول اور پرسکون دن تھے جو بسر ہورہے تھے۔ وہ اپنے گھر والوں سے دور آئی تھی۔ ہر دوسرے تیسرے روز گھر بات کرتی۔ یہاں آتے ہی جو اس نے پہلا کام کیا وہ یہ تھا کہ سکندر کا کمرہ الگ سیٹ کیا تھا اور خود بچوں کے ساتھ دوسرے کمرے میں سوتی تھی۔

اس مرد کو یہ بھی گوارا تھا وہ اس بات پر خوش تھا کہ وہ اس کے ساتھ آئی تھی۔ چھٹی والے دن وہ گھر پر ہی ہوتا تھا کہیں باہر نہیں جاتا تھا۔ **علیشا** اور **علینہ** کے ساتھ کھیلتا بولتا۔ آج بھی چھٹی کا دن تھا وہ خلاف معمول جلدی اٹھا تھا۔ وہ بچوں کو ناشتا کروا رہی تھی۔

"گڈ مارننگ پاپا۔" **علیشا** نے چہکتی آواز میں کہا تھا۔ اس کی بات کا جواب دیتا وہ کرسی گھسیٹ کر بیٹھا اور بولا۔

"میں صرف جوس لوں گا وہ بھی ایپل کا۔" **علینہ** کو بوائل ایگ کھلا کر وہ اس کے لیے ایپل جوس لے آئی تھی۔ گلاس ٹیبل پر رکھا اور خود اپنا چائے کا کپ اٹھا کر **علینہ** کی انگلی تھامے لاؤنج میں چلی گئی۔ وہ دھیرے سے مسکراتے جوس پینے لگا تھا۔

اس کی ہر ادا ہر بات پر تو مرتا تھا وہ۔ اس کی بے رخی اسے چند قدم اور قریب کردیتی تھی وہ اس کی محبت میں دھنستا جارہا تھا۔ اور اسے مزا آنے لگا ایسا کبھی محسوس نہیں کیا تھا جو اب وہ کررہا تھا۔ وہ عورت اس کے تکبر و غرور کا سارا نشہ اسے توڑ مروڑ کر اتارے گی اس کے گمان میں بھی نہ تھا۔ اس کی خودی کو بے خودی میں بدل دے گی یقین نہ تھا۔

ماں کے ساتھ بات کرکے وہ ہمیشہ کچھ دنوں کے لیے بوجھل سی رہتی۔ وہ اب بھی ان کے ساتھ بات کررہی تھی مگر ذہن بہت پیچھے چلا گیا تھا۔ جہاں وہ اور ضوباریہ اپنے گھر والوں کے ساتھ محبت بھری خوشیوں بھری زندگی جی رہے تھے۔ کتنا سکون تھا ان کی زندگی میں۔ اور یہ سارا سکون اس شخص نے درہم برہم کردیا تھا۔

"عائشہ کی بات پکی کردی میں نے بہت اچھے لوگ ہیں تمہارے ابا کو بہت اچھے لگے ہیں۔" ماں خوشی خوشی فون پر بتارہی تھی۔

"پر اماں وہ تو ابھی چھوٹی ہے۔" اس نے احتجاج کیا تھا۔

"کہاں چھوٹی ہے تھرڈ ایئر میں پڑھتی ہے۔ بس سال بھر کی بات ہے پڑھائی ختم ہوجائے گی۔" ماں تو ہتھیلی پر سرسوں جمائے بیٹھی تھیں۔

"پڑھائی سے پہلے شادی نہیں کرنی۔" اس نے کمزور سا اعتراض کیا تھا۔

"ٹھیک ہے ٹھیک ہے بس ابھی صرف بات پکی کی ہے۔" ماں کی خوشی محسوس کرکے اس نے زیادہ اعتراض نہیں کیا۔

وہ کچھ دنوں کے لیے صائمہ کی شادی میں گئے تھے۔ سکندر نے بھائیوں والے تمام فرائض ادا کرتے ہوئے بہت دھوم دھام سے صائمہ کو رخصت کیا تھا اس کے میکے والے بھی آئے تھے۔ عجوہ کی ماں نے سونے کی چین تحفے میں دے کر ایک طرح سے سکندر کے تحفے کا بدلہ اتارا تھا۔ وہ ایک خوددار بیٹی کی ماں تھیں یہ سوچ کر وہ مسکرایا تھا۔ جبکہ الفت تو کچھ پل کے لیے بھونچکا سی رہ گئی تھیں۔ صرف اتنا کہنے پر اکتفا کیا تھا۔ "اس کی کیا ضرورت تھی؟"

نند کی شادی میں اس نے بھی روایتی بھابھیوں کی طرح اپنے تمام فرائض نبھائے تھے۔ اس کی ساس خوش نظر آرہی تھیں۔ پوری شادی میں سکندر کی نظروں کا مرکز عجوہ ہی رہی۔ حذیفہ اس کا خوب مذاق اڑا رہا تھا۔

"یار مجھے یقین نہیں آرہا کہ تم اپنی بیوی کے لیے مجنوں بن گئے۔ کیسے تمہاری نظریں بھٹک رہی ہیں جسے صدیوں سے دیکھا نہ ہو۔ یاران بلیوایبل۔"

رخصتی کے بعد وہ میرج ہال سے ضروری کام نبٹا کر گھر واپس آیا تھا۔ سارا گھر بکھرا پڑا تھا ملازمین صفائیاں کررہے تھے۔ وہ سیدھا اپنے کمرے میں آیا۔

"کل چلیں گے ساری تیاری مکمل رکھنا۔"

"اتنی جلدی تو ممکن نہیں ہے پرسوں چلے جائیں گے۔" عجوہ نے کہا تھا۔

"چھٹی نہیں مل رہی میں امی سے بات کرکے آتا ہوں۔" اسے ٹال کر وہ ماں کے پاس آیا تھا۔

"کل جارہی ہیں نا آپ۔"

"ایسے کیسے ابھی تو......"

"امی پلیز چھٹی نہیں مل رہی حساس دن شروع ہونے والے ہیں آپ کو پتا ہے نا کہ ملک میں سیکورٹی کا مسئلہ کتنا بڑھ گیا ہے۔ اس لیے سب کی چھٹیاں منسوخ کروا رہے ہیں ان دنوں۔"

"اچھا ٹھیک ہے" وہ ہتھیار ڈالتے ہوئے کہہ گئیں۔

اگلی صبح جب صائمہ اور وقار کا ولیمہ تھا وہ بحالت مجبوری واپس چلے گئے تھے لیکن جاتے جاتے صائمہ کے سسرال میں معذرت کرنا نہیں بھولے تھے۔ واپس آکر وہ بہت تھکے ہوئے تھے گھر کی حالت ٹھیک

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

تھی شاید ملازمین ان کے آنے سے باخبر تھے تبھی پورا گھر صاف ستھرا تھا۔ وہ تو گھر آتے ہی اپنے کمرے میں سونے چلا گیا تھا جبکہ وہ پیکنگ کھول کر چیزیں جگھوں پر رکھنے لگی۔ رات کو کھانا کھانے کے بعد وہ شش و پنج میں گھری تھی۔ اگر الگ کمرے میں سوتی تو اس کی ساس کو شک ہو جاتا اور اگر اس کے کمرے میں جاتی تب بھی دل آمادہ نہ تھا۔ سوچتے سوچتے دماغ کی رگیں تن سی گئی تھیں لیکن یہ مسئلہ گویا الفت نے ہی حل کر دیا تھا۔

"علیشا میرے ساتھ سوئے گی نئی جگہ ہے دل گھبراتا ہے۔"

الفت نے کہا تو علیشا بولی۔

"دادی آپ کے پاس سوؤں گی اگر کہانی سنائیں گی تو۔" اس کے اس قدر جلد مان جانے پر عجوہ حیران رہ گئی تھی۔

"کیوں نہیں کہانیاں بھی سناؤں گی اور چاکلیٹس بھی دوں گی۔" اور پھر ایسا ہی ہوا تھا۔ سکندر کو کمرے میں جاتا دیکھ کر اور ساس کو لاؤنج میں ٹی وی کے آگے جما دیکھ کر وہ ناچار اٹھ کر سکندر کے پیچھے کمرے میں آئی تھی۔ علیشا دادی کے ساتھ بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔ اسے کمرے میں دیکھ کر ایک لمحہ کے لیے اس کا چہرہ متحیر سا ہوا تھا پھر کچھ سوچ کر مطمئن و مسرور ہو گیا۔

☼ ☼ ☼

حساس دنوں کے باعث سیکیورٹی سخت کر دی گئی تھی۔ وہ خود تمام حالات کا جائزہ لیتا بری طرح مصروف تھا۔ گھر بھی بہت دیر سے آتا تھا۔ چند دنوں کی تھکاوٹ نے بالکل نڈھال سا کر دیا تھا۔ لیکن یہ تھکاوٹ اس وقت فرحت میں بدلی تھی جب بنا کوئی حادثہ سانحہ ہوئے یہ دن بخیریت بیتے تھے۔ وہ پرسکون سا ہو کر گویا ساری تھکاوٹ بھول گیا تھا۔ لیکن کچھ دنوں بعد جب ایک جلوس کا جائزہ لے رہا تھا کہ اچانک جلوس میں ہونے والی فائرنگ کے نتیجے میں دو گولیوں کا نشانہ بن گیا۔

اس کی جان بچ گئی تھی۔ ایک گولی بازو میں اور ایک کندھے میں لگی تھی۔ تین دن ہاسپٹل میں رہ کر آج اسے ڈسچارج کر دیا گیا۔ ان تین دنوں میں ماں سارا دن اس کے پاس ہاسپٹل میں رہی تھیں۔ اس نے بارہا جانے پر زور دیا مگر وہ ٹس سے مس نہ ہوئی تھیں۔

وہ ایک بار ہاسپٹل گئی تھی مگر بچوں کی وجہ سے جلد آنا پڑا اس کی ساس نے بھی اسے نہ آنے کی تنبیہہ کی تھی۔

"بچوں کا خیال رکھو میں ہوں یہاں پر۔"

گھر آتے ہی لوگوں کا تانتا بندھا تھا۔

صبح اٹھا تو ناشتے سے پہلے اس نے کپڑے چینج کرنے کا سوچا لیکن وہ اس پوزیشن میں نہیں تھا کہ خود سے حرکت کر سکتا۔ آپریشن ہونے کے باعث ہاتھ اور کندھا ابھی بھی پٹیوں میں جکڑے تھے۔ ماں اس کے کمرے میں آئیں۔

"ماں عجوہ سے کہیں کہ میرے کپڑے نکال دے چینج کروں گا کئی دن سے چینج نہیں کیے ہاسپٹل کی بو آرہی ہے۔"

"ٹھیک ہے میں بھیجتی ہوں اسے اور میں ناشتا تیار کرتی ہوں تمہارے لیے۔" اس کے سر پر بوسہ دیتے ہوئے وہ چلی گئیں۔

کچھ دیر بعد وہ چلی آئی تھی۔

الماری سے کپڑے نکال کر اس کے پاس لے آئی۔ برش وہ کر چکا تھا۔ منہ بھی دھلا لگ رہا تھا۔ کچھ سوچتی وہ اس کے نزدیک آکر بولی۔

"کپڑے چینج کرو گے۔"

سر ہلاتا وہ دائیں ہاتھ سے بٹن کھولنے کی کوشش کرنے لگا۔ چند ثانیے بعد وہ آگے بڑھی تھی۔ اس کی شرٹ کے بٹن کھول کر اس نے اس کی شرٹ اتاری تھی پھر بڑی سرعت سے اسے کپڑے چینج کروا کر بولی۔

"ناشتے میں کیا لو گے؟" وہ کہہ ہی رہی تھی کہ الفت ناشتا لے آئیں۔

"اچھا کیا جو کپڑے بدل لیے اب ناشتا کرو۔" ان دونوں کو چھوڑ کر وہ میلے کپڑے لے کر باہر چلی گئی۔ اس

PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

پاکستان ویب کی پیشکش

پاکستان .WEB.PK

کرن ڈائجسٹ کا یہ شمارہ آپ کے لئے پاکستان ویب (Pakistan.web.pk) نے پیش کیا ہے۔

آیئے، آپ بھی پاکستان ویب کا ساتھ دیں:

پاکستان ویب پر رجسٹر ہو کر، اس کے ممبر بن کر، اس کا قابل فخر حصہ بنئے!

اپنے دوست احباب کو پاکستان ویب کے بارے میں بتائیں اور انہیں بھی ممبر بننے کی دعوت دیجئے!

پاکستان ویب کا لائبریری سٹاف گروپ جوائن کر کے اُردو ادب کے فروغ کی کوششوں میں حصہ ڈالئے!

پاکستان ویب جوائن کر کے دنیا میں پاکستان کا نام اور اِس کا اسلامی و قومی تشخص بہتر بنایئے!

پاکستان ویب کے اخراجات ادا کرنے میں انتظامیہ کے ساتھ تھوڑا بہت مالی تعاون بھی کیجئے تاکہ پاکستان کی یہ منفرد ویب سائٹ اپنی بہترین خدمات پاکستان اور آپ جیسے محب وطن پاکستانیوں کیلئے جاری رکھ سکے!

جزاک اللہ خیر!

www.Pakistan.web.pk

محبِ وطن پاکستانیوں کی معیاری فیملی تفریحی سوشل ویب سائٹ!

new

www.Readers.pk

BETA

for all enthusiastic readers

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

کے لمس کو اپنے سینے پر محسوس کرتا وہ بڑی رغبت سے ناشتا کرنے لگا تھا۔

☆ ☆ ☆

"میری شیو بڑھی ہوئی ہے عجیب رف سا حلیہ ہو رہا ہے یار اب ہر کام کے لیے تو اسے نہیں کہہ سکتا نا وہ بھی تھک جاتی ہے تمہیں پتا ہے میں کبھی کسی عورت کے لیے دل سے تیار نہیں ہوا لیکن یہ عورت جو میری بیوی ہے اس کے لیے میں دل سے تیار ہوتا ہوں اگرچہ یہ مجھے گھاس تک نہیں ڈالتی پھر بھی میں اس کے لیے خود کو پرفیوم میں نہلاتا ہوں۔ میں جانے کیوں چاہتا ہوں کہ اسے اچھا لگوں۔ یار کسی بھی عورت کے لیے میں نے یہ سب نہیں کیا۔" حذیفہ جو اس کے زخمی ہونے کا سنتے ہی بھاگ آیا تھا اس وقت اس نے کمرے میں بیٹھا اس کی زبان سے یہ کلمات سن رہا تھا۔

"وہ باقی سب تمہارے حسن سے مرعوب تھیں اور یہ صاحبہ ہرگز نہیں اس لیے تم سر توڑ کوششیں کر رہے ہو۔" حذیفہ خطرناک حد تک صاف گو تھا۔

"تمہاری بیوی بچے کیسے ہیں؟" اس نے بات بدلی تھی۔

"سب ٹھیک ٹھاک" اس نے خوش دلی سے کہا تھا۔ حذیفہ ایک دن رک کر واپس چلا گیا تو تیسرے ہی دن اس کی تینوں بہنیں آگئی تھیں۔ پہلے تو بھائی کو گلے لگائے دھواں دھار روتی رہیں پھر دل کھول کر ہنسی اور قہقہوں کی محفل سجائی جو رات دیر تک جاری رہی۔ سکندر ان کے کمرے میں سب کے ہمراہ تھا۔ وہ سب کاموں سے فارغ ہو کر ان کے پاس آئی تھی۔

"عجوہ تم نے ابھی تک کوئی خوشخبری نہیں سنائی۔" بڑی نند شاکرہ نے یکدم سے سب کے سامنے بات چھیڑی تھی۔ ایک لمحہ کو وہ بھی کچھ بوکھلا سی گئی تھی پھر چہرہ نارمل کرتی بولی۔

"دو آل ریڈی میرے پاس ہیں۔" اس کے الفاظ میں چھپے طنز پر وہ سب کچھ لمحوں کے لیے چپ کی چپ رہ گئی تھیں۔

"فاخرہ کے بھائی کی بھی یہاں پوسٹنگ ہوئی ہے۔ وہ آج کل یہیں پر ہے۔" کچھ دیر بعد وہ سب اپنے کسی چچا زاد بہن کی بات کرتی ایک بار پھر باتوں میں مشغول ہو گئی تھیں۔

☆ ☆ ☆

وہ باقاعدگی سے اس کے زخموں پر مرہم لگاتی اور ایسا کرتے وقت ہرگز بھی کسی قسم کے تاثرات اس کے چہرے سے آشکار نہیں ہوتے تھے۔ اس وقت بھی جب بچے آپس میں کھیل رہے تھے۔ بہنیں اور اماں لاونج میں بیٹھی ٹی وی سے لطف اندوز ہو رہی تھیں وہ اس کے زخموں پر مرہم لگانے بیڈ کنارے بیٹھی احتیاط سے اس کی شرٹ اتار کر زخمی کندھے پر مرہم لگانے لگی۔ اب زخم کافی حد تک ٹھیک ہو چکے تھے وہ اس کے بہت قریب بیٹھی تھی وہ اس کے قرب میں سرشار سا ایک سوال کر بیٹھا۔

"اگر میں مر جاتا تو تمہیں تو خوشی ہوتی نا؟"

اسے خاموش پا کر ایک بار پھر وہ جملہ دہراتا اس کے چہرے پر کچھ تلاشنے لگا۔

"تم خاموشی سے کام کرنے دو گے۔"

"کیوں کیا غلط کہا میں نے۔"

"تمہارے بچوں کے ساتھ کیا دشمنی ہے میری۔" اب کے براہ راست اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے اس کا سارا سکون درہم برہم کر چکی تھی۔

"میرے بچوں کی پروا ہے اور میری؟" اس کے بازو پر مرہم لگا کر وہ اٹھی تو جیسے زندگی اس کے قریب سے اٹھ گئی۔

کس قدر بدنصیب ہوں کہ اتنے قریب رہ کر بھی میں اس سے کتنا دور ہوں۔ دل میں کہتا وہ سر بیڈ کے سرہانے ٹکا چکا تھا۔

☆ ☆ ☆

اس کی بہنیں چلی گئی تھیں۔ گہما گہمی ختم ہو گئی تھی۔ وہ اب تقریباً ٹھیک ہو گیا تھا اور پھر سے ڈیوٹی جوائن کر چکا تھا۔ ایک بار پھر پرانی ڈگر پر زندگی چل پڑی تھی۔

رات کو دیر تک اسے کمرے میں نہ پا کر وہ باہر چلا آیا تھا۔ وہ لان میں اندھیرے میں بیٹھی جانے کن سوچوں میں گم تھی۔ ملازم کو بھیج کر اس نے اسے کمرے میں بلوایا تھا۔ باہر سردی تھی حیرت اس بات پر تھی کہ اتنی سخت سردی میں وہ باہر کر کیا رہی تھی۔ کچھ دیر بعد وہ کمرے میں آئی۔ اس نے اسے بغور دیکھا وہ شاید روتی رہی تھی۔ اس کی متورم آنکھیں کسی پریشانی کی غماز تھیں۔ وہ ہیٹر تیز کرتا اس کے پاس آیا۔

"تم باہر کیا کر رہی تھیں۔ کتنی سخت سردی ہے۔ اندازہ ہے تمہیں۔"

"تو کیا ہوتا ہاں کیا ہوتا۔ سردی تم سے زیادہ خوفناک تو نہیں تم سے زیادہ بھیانک تو نہیں"

"کیا مطلب" وہ تو گویا اچھل ہی پڑا تھا۔ اس کا لہجہ اور انداز بہت خراب لگ رہے تھے۔

"تم کتنے مکروہ ہو کتنے گندے ہو بتا دو آج وہ سب جو تم کرتے رہے ہو" وہ اس کا گریبان پکڑے چیخ پڑی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو تم؟" وہ بہت الجھا تھا۔

"تم بدکار ہو پتا تھا مجھے پر اس حد تک کہ چچا زاد بہن تک کو نہیں چھوڑا۔" اس کی آنکھوں کی بے یقینی اور الفاظ نے اس کے چہرے کی رنگت اڑا دی تھی۔ وہ مختل حواس لیے کچھ بول ہی نہ پایا تھا۔

"بالکل ڈر نہیں لگا تمہیں، ذرا احساس نہیں جاگا ذرا نہیں ڈرے تم بولو۔" وہ رونے لگی۔

وہ اپنے حواس کھونے لگا کتنی مشکلوں سے تو وہ اس کے تھوڑی قریب ہوئی تھی اور اب ایک بار پھر وہ دور ہونے والی تھی۔

"کس نے کہا تم سے؟" اس کی آواز لڑکھڑا رہی تھی۔

"اسی نے جس کے ساتھ تم نے منہ کالا کیا" ایک ایک لفظ پر زور دیتی وہ چلائی۔

"کیا؟ وہ آئی تھی یہاں" وہ شدید حیران تھا۔

"ہاں اس نے بتایا ہے مجھے۔"

"تو اس نے نہیں بتایا کہ اس نے اپنی مرضی سے۔"

"جھوٹ مت بولو۔"

"ہاں صرف میں ہی جھوٹ بولتا ہوں باقی سب سچے ہیں وہ خود آئی تھی میرے پاس اس نے اپنی رضامندی سے اپنا آپ سونپا تھا مجھے۔ تمہیں میں خطاکار دکھائی دیتا ہوں مگر ان میں ایک لڑکی بھی بری نہیں دکھائی دیتی جو اپنی مرضی سے میری جھولی میں گرتی رہی ہیں۔ میں نے کبھی کسی کے ساتھ زبردستی نہیں کی۔ اگر میں اتنا کمینہ ہوں تو آج تم میرے نکاح میں ہو کیا میں نے پچھلے تین سال سے تمہیں ہاتھ لگایا۔ بولو کیا میں نے تمہیں چھوا۔ تمہاری مرضی کے بغیر تمہیں ہاتھ تک لگانے کی کوشش کی۔ تمہارے ساتھ تو میں زبردستی بھی کر سکتا ہوں۔ کیا میں نے ایسا کیا۔ بولو۔ یہ سب جہاں خوبصورت ہینڈسم مرد دیکھتی ہیں وہاں مچھلیوں کی طرح پھسلتی ہیں۔ میں یہ نہیں کہتا کہ سب لڑکیاں بری ہیں مگر جس طرح میرے جیسے کمینے مرد ہیں بالکل اسی طرح ان جیسی عورتیں بھی ہیں تم ہر بار میرا احتساب کرنے لگتی ہو۔ میں قسم کھانے کو تیار ہوں وہ خود آئی تھی میرے پاس، وہ سب سے پہلی لڑکی ہے جس نے مجھے یہ احساس دلایا تھا کہ میں چاہے جانے کے قابل ہوں۔ اس نے اپنا آپ خود بے مول کر دیا تھا میرے سامنے۔ اب اس کی ذلالت دیکھو کہ خود اپنی عزت کی دھجیاں بکھیرتی پھر رہی ہے۔" وہ غصے اور نفرت کی انتہا پر تھا۔

"میں تمہاری کوئی بات نہیں سنوں گی میں اب تمہارے ساتھ ایک پل بھی نہیں رہ سکتی۔" وہ تو جیسے بم اس کے اعصاب پر پھوڑ گئی تھی۔

"کیا کہہ رہی ہو پاگل ہو گئی ہو۔" اس کے ہٹیلے انداز پر تو وہ لرز گیا تھا۔

"میں تمہارے ساتھ ہرگز نہیں رہوں گی۔" اس کو دھکا دیتی وہ اپنا بیگ لے کر الماری سے کپڑے نکالنے لگی۔

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

"ایسا کیسے کر سکتی ہو تم۔" کھینچ کر اسے وہ روکنے لگا۔

"مجھے کوئی نہیں روک سکتا۔" وہ چلائی۔

"تمہارے جیسے بد کردار کے ساتھ میں ایک پل نہیں رہ سکتی۔" وہ شدت سے روتی بلکنے لگی تھی۔ اسے روتے دیکھ کر وہ خود پر سارا کنٹرول ختم ہوتا دیکھ رہا تھا۔

"میں مر جاؤں گا اگر تم نے مجھے چھوڑا تو میں مر جاؤں گا۔"

"تو مر جاؤ۔" سختی سے کہتی وہ چیخ پڑی۔

"پلیز ایسا مت کرو پچھلے تین سالوں سے میں کسی عورت کے نزدیک تک نہیں گیا۔ ہر عورت ہیچ لگتی ہے تمہارے سامنے میں قسم کھاتا ہوں۔ میں نے ان تین سالوں میں کسی عورت کو نہیں چھوا۔ ہاں میں گناہ گار ہوں پر اب میں یہ گناہ ترک کر چکا ہوں یقین کرو میں جھوٹ نہیں کہہ رہا۔"

"نہیں ہے مجھے تمہاری کسی بات کا یقین۔" وہ آنسو صاف کرتی ایک بار پھر بیگ میں کپڑے ڈالنے کے لیے الماری کھولنے لگی۔

"تم کسی سے بھی پوچھ لو تحقیقات کراؤ۔ میں قسم کھا کر کہتا ہوں کہ تم سے شادی کے بعد میں کسی عورت کے نزدیک نہیں گیا۔" وہ اسے اپنے فیصلے سے نہ ہٹتے دیکھ کر رونے لگا۔

"اگر تم گئیں تو میں سب کچھ تہس نہس کر دوں گا۔ تم نہیں ہو گی تو اس اعلا عہدے سے بھی جان چھڑاؤں گا۔ سب کچھ چھوڑ دوں گا۔ اور سب سے پہلے تو میں فاخرہ کا خون کروں گا۔ اس نے میری زندگی تباہ کر دی۔ ہر چیز کو آگ لگا دوں گا میں۔ میرے پاس کچھ نہیں رہنا چاہیے سب کچھ تباہ برباد کر کے رکھ دوں گا۔" وہ شدت سے رونے لگا۔

وہ کپڑے بیگ میں رکھنے لگی اسے تیاری کرتا دیکھ کر وہ منت سماجت پر اتر آیا تھا۔

"تم سب کی باتوں پر یقین کرتی ہو صرف میرا ہی نہیں کرتیں یہ کیسا انصاف ہے۔ میری بات پر یقین کرو۔" اسے ٹس سے مس نہ ہوتا دیکھ کر وہ یکدم سے مڑ کر سائیڈ ٹیبل کی طرف بڑھتے ہوئے بولا۔

"ٹھیک ہے میں خود کو ہی ختم کر لیتا ہوں۔" اس سے پہلے کہ وہ کچھ کرتا اس کے لہجے سے گھبرا کر وہ سرعت سے اس کے پاس جا کر اس کو کھینچ کر بولی۔

"نہیں جا رہی۔" ہچکیوں سے روتی وہ بیگ فرش پر پھینک کر کمرے سے نکل گئی تھی۔ ان دو بیٹیوں نے مجبور نہ کیا ہوتا تو وہ اس قدر ذلت بھری زندگی کیوں گزارتی۔ روتے ہوئے وہ بار بار خود سے کہہ رہی تھی۔

ساری رات سوئی نہیں تھی صبح سوجی آنکھیں سپاٹ چہرہ سے انہیں ناشتا کروا رہی تھی۔ وہ ناشتا کرتے ہوئے اسے بھی دیکھ رہا تھا۔ وہ بے نیازی سے علیشا اور علینہ کو ناشتا کروا رہی تھی۔ پھر علیشا کو بیگ دے کر بولی۔

"گاڑی میں بیٹھو۔" وہ نکلی تو سکندر بھی اٹھ کر اس کے پیچھے نکل گیا تھا۔ علیشا کو اسکول ڈراپ کرتے ہوئے بھی وہ اس کی ناراضی کو سوچے جا رہا تھا۔ سارا دن آفس میں برا گزرا تھا۔ اس کی زندگی کی نیا پار لگ ہی نہیں رہی تھی۔ جہاں وہ کچھ اچھا ہونے کی امید کرتا وہاں سے بدقسمتی کا نیا در کھل جاتا۔ وہ کوئی بات نہیں کرتی تھی۔

☼ ☼ ☼

جان پر تو اس وقت بن آئی تھی جب اس نے اسے بیگ تیار کرتے دیکھا تھا۔

"کہاں جانا ہے؟"

"عائشہ کی شادی ہونے والی ہے جانا ہے۔"

"پر وہ تو مہینے بعد ہے۔" اس نے جیسے کمزور سا احتجاج کیا۔

"بیس دن بعد امی کے ساتھ تیاریاں کرنی ہیں۔"

"زینب اور فاطمہ تو ہیں نا وہ کر لیں گی۔"

ایک لمحہ کے لیے آنکھیں اٹھائے سپاٹ سا دیکھنے کے بعد وہ بولی۔

"میں کروں گی میں جا رہی ہوں۔"

تب سے دل میں کھدبد ہونے لگی تھی۔ اتنے دن اس کے بغیر وہ کیسے رہے گا۔

علینہ کو گلے سے لگائے بار بار چومتا وہ کن انکھیوں سے اسے بھی دیکھ رہا تھا۔ اس کے جانے تک وہ بار بار یہ سوچ کر اداس ہوتا رہا کہ وہ اتنے دن کیسے ان کے بنا گھر میں رہ پائے گا۔ وہ دن آپہنچا تھا اور وہ انہیں لے کر چلا گیا تھا۔ انہیں چھوڑ کر وہ واپس ڈیوٹی پر آیا تھا۔ گھر میں صرف دو ہی بندے تھے وہ اور اس کی ماں۔ وہ بور ہونے کے لیے بالکل تیار تھا۔

روز رات کو فون کر کے علیشا اور علینہ کے ساتھ بات کر کے ریلیکس ہو جاتا۔ وہ زیادہ بات نہیں کرتی تھی۔ آج بھی جب اس نے بات کی تو وہ ایک دو باتوں کے بعد خدا حافظ کہنے لگی۔

"بات کرو نا۔"

"مجھے نیند آرہی ہے" اس نے کہا تو وہ گمبھیر آواز میں بولا۔

"پر مجھے نہیں آرہی"

"میں بند کر رہی ہوں"

"پلیز کسی اور سے بھی بولنے نہیں دیتیں اور خود بھی بات نہیں کرتیں۔ میں کیا کروں۔" وہ حقیقتاً پریشان تھا۔

"تو کسی اور سے کر لو اپنے دو نمبر جذبے مجھ پر مت لٹاؤ۔" وہ ترشی سے بولی تھی۔

"تم پر اپنے جذبے ہی نہیں پوری ہستی لٹانے کے لیے تیار ہوں۔ اس کی بوجھل ——— آواز کے ہر تاثر کو توڑتی وہ سپاٹ انداز میں بولی۔

"ان فضول باتوں کے لیے فون کیا ہے؟"

"میری ہر بات فضول لگتی ہے میں بھی فضول لگتا ہوں پر مجھے نہ تو تمہاری کوئی بات فضول لگتی ہے نہ تم۔ اس لیے میرا دل چاہ رہا ہے کہ میں تم سے بولتا رہوں۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"تمہیں آزادی ہے تم کسی سے بھی بات کر لو پر مجھ سے نہیں۔"

"کل کو ——— یہی بولو گی کہ میں تمہیں چھوڑ کر جا رہی ہوں۔ میں تمہارے کسی بھی جھانسے میں نہیں آؤں گا صرف تمہارے ساتھ بولوں گا۔ تم سے شادی کے بعد تلخ باتیں سن سن کر اب ان باتوں کا عادی ہو گیا ہوں کسی اور کی زبان سے شہد بھی ٹپکتا ہے تو پتھر کی طرح لگتا ہے۔ جو سکون تم سے بات کر کے ملتا ہے وہ کہیں نہیں۔

"مجھے کام ہے" وہ اس کی باتوں سے تنگ آکر بولی۔

"مجھ سے زیادہ ضروری ہے" اس کا مخمور لہجہ اسے اچھا نہیں لگ رہا تھا۔

"تمہیں نہیں پتا عجوہ جب وہ مخمور انداز میں بولتا ہے نا تو میں بت بن کر صرف اور صرف اسے سنتی رہتی ہوں۔ میں اس کی آواز اس کے لہجے کی دیوانی ہوں۔" اس کے کانوں میں ضوباریہ کی آواز گونجی تھی۔ تلخ ہو کر بولی۔

"مجھے تمہاری آواز سے نفرت ہے۔ اس لیے میں بات نہیں کرنا چاہتی۔" اس کی بات پر دوسری جانب یکدم سناٹا چھایا تھا کچھ ثانیے بعد وہ پھیکی ہنسی ہنستا بولا۔

"پر مجھے تو تمہاری آواز سے عشق ہے نا مجھے تو سننے دو۔" پھر وہی مخمور لہجہ۔

"میں بند کر رہی ہوں۔" پھر واقعی اس نے فون کاٹ دیا تھا۔

ایک پھیکی مسکان ہونٹوں پر لاتے وہ موبائل کو گھورتا رہا تھا۔

سرکتے دن رات اسے اپنے آپ سے اور لاپروا کرتے جا رہے تھے آج اس کا رویہ کچھ زیادہ ہی خراب اور جارحانہ تھا۔ صبح آفس میں سب پر بگڑتا وہ جب گھر آیا تو یہ دیکھ کر دنگ رہ گیا کہ وہ آچکی تھی۔ وہ الفت کے ہمراہ بیٹھی شادی کا احوال سنا رہی تھی۔ اسے آتا دیکھ کر وہ ساس کے پاس سے اٹھی اسے بیٹھنے کی جگہ دے کر سامنے والے صوفے پر بیٹھ گئی تھی۔ اس کی نظریں مسلسل اسی پر تھیں۔ یکلخت وہ اٹھ کر کچن میں گئی تھی۔ پھر کچھ دیر بعد وہ علینہ کو لے کر سیدھی کمرے میں گئی تھی۔ اپنی بے اختیاری پر جھنجلاتا وہ کچھ دیر تک تو

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

ماں کے پاس بیٹھا رہا پھر کمرے میں آیا۔ علینہ کو نہلا کر اس نے اس کے کپڑے بدلے تھے۔ کپڑے بدل کر وہ اسے کھیلنے بھیج کر خود مغرب کی نماز پڑھنے لگی وہ بے چینی سے پورے گھر میں پھرتا پھراتا ایک بار پھر کمرے میں آیا۔

"کیا کھاؤ گے؟"

وہ یک ٹک اسے دیکھتا رہا۔

"تم سے کچھ پوچھ رہی ہوں۔"

"آں" وہ چونک اٹھا۔ اس کے بے ترتیب حلیے کو بغور دیکھتی وہ بولی۔

"کیا کھاؤ گے۔"

"جو بھی ہو۔"

کھانے کی ٹیبل پر وہ برائے نام کھا رہا تھا۔ اس کی پلیٹ بھری پڑی تھی۔ جسے نوٹ کرتے ماں ٹوکے بنا نہ رہ سکی۔

"اپنی حالت دیکھی ہے کتنے کمزور ہو گئے ہو۔ کیوں اڑی ہوئی ہے تمہاری بھوک؟ یہ کیا حالت بنالی اس نے اپنی۔" آخری جملہ انہوں نے عجوہ کو دیکھ کر ادا کیا تھا۔ وہ خجل سی پلیٹ پر جھکی تھی۔

وہ اٹھ گیا تھا۔

پھر اس نے نوٹ کیا وہ دن بہ دن کمزور ہوتا جا رہا تھا۔ کھانے برائے نام کھاتا۔ اکثر نہ بھی کھاتا۔

رات کو حذیفہ سے فون پر بات کر کے وہ کہہ رہا تھا۔

"اگر اس کی نفرت میری موت سے ختم ہو سکتی ہے تو پھر ٹھیک ہے میں مر جاتا ہوں نہ جینا اچھا لگ رہا ہے نہ کھانا۔ وہ کہتی ہے کہ میری آواز اسے سخت بری لگتی ہے۔ تو پھر میں جی کر کیا کروں گا۔ اس سے بہتر ہے کہ میں مر جاؤں۔" بہت دل گیر سا وہ اپنے دل کی ہر بات شیئر کر رہا تھا۔ اسے آتا دیکھ کر وہ موبائل آف کر کے باہر چلا گیا تھا۔

☼ ☼ ☼

وہ دفتر سے آیا تو فاخرہ کو دیکھ کر اس کے ماتھے پر ناگوار شکنیں ابھر آئی تھیں۔

"یہ کیوں آئی ہے؟" وہ اس کے پیچھے کچن میں آیا تھا۔

"میں بھی اسے گھر سے نکالتا ہوں۔" وہ برہم تھا۔

"تم اسے کچھ نہیں کہو گے۔"

"میں اسے کچھ نہ کہوں اور یہ میرا گھر تباہ کر دے میں ایک منٹ بھی اسے برداشت نہیں کر سکتا۔" وہ سخت اشتعال میں تھا۔

"تم اسے کچھ نہیں کہو گے۔" ایک ایک لفظ پر زور دیتی وہ اسے روک رہی تھی۔

"تو ٹھیک ہے میں ہی یہاں سے چلا جاتا ہوں۔" وہ رکا نہیں تھا وہ ٹرے میں چائے اور اسنیکس رکھ کر ڈرائنگ روم میں چلی آئی۔

"مجھے دیکھ کر اس کی تیوری چڑھ گئی تھی ناراض ہو رہا ہو گا نا۔"

فاخرہ بڑے خوش کن لہجہ میں پوچھنے لگی۔

"ہاں ایسا ہی ہے۔" اس نے بھی سچ اگلا تھا۔

کچھ دیر کے لیے اس کے چہرے کا رنگ بدل گیا تھا پھر قدرے ریلیکس ہو کر بولی۔

"میری زندگی اس کے ہاتھوں تباہ ہوئی ہے۔ میں اسے کبھی معاف نہیں کروں گی کبھی نہیں۔ مجھے برباد کر کے خود کتنی عیش بھری زندگی گزار رہا ہے۔"

"قصور تمہارا بھی ہے۔ تم نے اسے اتنی ہمت کیوں دلائی تھی کہ اس نے آخری حد تک تمہیں مس یوز کیا۔" اس کی بات پر وہ پہلو بدلتی بولی۔

"اس نے زبردستی......"

"ہرگز نہیں کوئی مرد اتنی ہمت نہیں کر سکتا کہ لڑکی کی ہمت افزائی کے بغیر اسے چھوئے۔ عشق و عاشقی کے چکر میں اتنی نزدیکیاں لڑکیوں کے لیے بھی درست نہیں۔ تم برابر کی قصوروار ہو سارا الزام تم اسے نہیں دے سکتیں۔" اس کی سچی باتوں پر کڑھتی وہ یکدم سے اٹھتے ہوئے بولی۔

"میں اب گھر جاؤں گی بہت دیر ہو گئی ہے۔"

"ہاں جاتے جاتے یہ بات یاد رکھنا کہ لڑکی جب تک خود کو مس یوز نہ ہونے دے دنیا کا کوئی مرد اسے

مس یوز نہیں کر سکتا۔" ایک بار پھر آتشیں لہجہ میں اسے بہت کچھ سمجھا گئی تھی۔ وہ تیز تیز قدم اٹھاتی چلی گئی جبکہ وہ چائے کی ٹرے اٹھا کر ڈرائنگ روم سے نکلی تھی۔

"کھانا کھانے آؤ میں ٹیبل لگا چکی ہوں۔" عجوہ نے جھانکتے ہوئے اطلاع دی اور چلی گئی۔ کافی دیر تک وہ نہیں آیا تو وہ ایک بار پھر اسٹڈی روم میں آئی۔

"کھانا کھانے آؤ۔"

"نہیں کھانا مجھے۔"

وہ مسلسل لیپ ٹاپ پر اپنا کوئی کام کیے جا رہا تھا۔

اگلے دن جب وہ شام کو گھر آیا تو آتے ہی بولی۔

"بچے باہر جانا چاہتے ہیں آؤٹنگ کے لیے۔"

"میں جا کر تیار ہوتا ہوں پھر چلتے ہیں" اس کی تیاری میں تقریباً گھنٹہ لگا تھا۔ وہ سب بھی تیار بیٹھے تھے کچھ دیر میں وہ گاڑی میں بیٹھے قریبی جھیل جا رہے تھے۔ ڈرائیونگ وہ خود کر رہا تھا۔ بچے پچھلی سیٹ پر تھے فرنٹ سیٹ پر بیٹھی وہ ارد گرد کے نظاروں میں کھوئی دنیا سے بے خبر تھی۔ ڈرائیو کرتے ہوئے وہ ایک نظر اس پر بھی ڈال دیتا۔

جھیل کے پاس پہنچتے ہی اتر کر گاڑی روک کر کے انہیں ایک سہل راستہ کی طرف لے آیا۔

سرسبز پہاڑوں کے بیچ یہ جھیل بہت بڑی تھی۔ ڈھلتا سورج جھیل کی خوبصورتی کو چار چاند لگا رہا تھا۔ شفق کی گہری سرخیاں ابھر آئی تھیں۔ کہیں اکا دکا سرمئی بادل بھی منڈلاتے نظر آ رہے تھے۔ سردی کی شدت بڑھنے لگی تھی ٹھنڈی یخ بستہ ہوا ٹھٹھرنے پر مجبور کر رہی تھی۔

"چلو دیر ہو رہی ہے بچوں کو ٹھنڈ لگ جائے گی۔"

وہ علیشا اور علینہ کا ہاتھ تھامے گاڑی کی طرف آئے تھے۔ گھر واپسی تک مکمل تاریکی ہر سو چھا گئی تھی۔

زینب کے ہاں کافی عرصہ بعد بیٹا ہوا تھا۔ وہ بہت خوش تھی۔ فوراً جانے کو دل للچایا تھا۔ بچے ساس کے پاس چھوڑنے کا سوچ کر وہ اکیلی جانے کا فیصلہ کر چکی تھی۔ علینہ آج کل مونٹیسوری میں تھی اس لیے وہ اسے بھی لے کر نہیں جا سکتی تھی۔

"اماں کیا کہہ رہی ہیں تم جا رہی ہو۔" وہ بہت دلگرفتہ سا پوچھ رہا تھا۔

"ہاں۔" مختصر کہہ کر وہ جلدی جلدی سلاد کاٹنے لگی۔

"کتنے دن رہو گی؟" مجروح لہجہ اس کے منتشر ذہن کا عکاس تھا۔

"لگیں گے کچھ دن۔"

"اور بچے؟"

"وہ امی دیکھ لیں گی۔"

"پر حرج ہو گا ان کا ہوم ورک دیگر کام ماں تو بہتر نہ کر پائیں گی۔"

"یہ میرا ہیڈک نہیں ہے کیا میں ذرا سی خوشی کی بھی حقدار نہیں۔ کیا میں نے تمہارے گھر کا ٹھیکہ لے رکھا ہے۔ کیا میں تمہاری ملازمہ ہوں؟" وہ زہرناکی سے بولی۔

اس کا اکھڑا اکھڑا رویہ اسے چپ کرا گیا لیکن کچھ دیر بعد وہ بولا۔

"میں نہیں رہ سکتا۔ میں خود تمہیں لے کر جاؤں گا پھر واپس اسی دن آ جائیں گے۔" وہ سنجیدہ تھا۔

"مجھے کچھ دن رہنا ہے وہاں۔"

"ٹھیک ہے دو تین دن رہ لو پر......"

"میں ایک مہینہ رہوں گی" اسے غصہ آیا تھا۔

"پلیز۔" وہ کچھ قریب ہوتا التجا کرنے لگا۔

"ہٹو مجھے کام کرنے دو۔"

"کچھ دن کے لیے جاؤ گی نا۔"

"نہیں میں تم سے بھاگ رہی ہوں نفرت کرتی ہوں تم سے، انتہائی برے لگتے ہو مجھے اس لیے جانا چاہتی ہوں کیا یہ وجہ کافی نہیں بولو۔"

"میں جانے سے منع نہیں کر رہا پر اتنے زیادہ دن رہنے پر......"

"مجھے تمہاری اجازت کی ضرورت نہیں ہے۔" اس نے خود سری سے کہا۔

ہار مانتے وہ گہری سانس خارج کرتا قدرے دھیرے

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش
WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

سے بولا۔

"کس وقت جاؤ گی۔"

"صبح میں خود چلی جاؤں گی تمہیں زحمت نہیں کرنی پڑے گی۔"

صبح وہ بچوں کو اسکول بھیج کر تیار ہو کر نکلنے والی ہی تھی کہ گیٹ پر اس کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا تھا گارڈ لپک کر گیا۔

"چلو۔" اس کے ہاتھ سے بیگ لے کر وہ گاڑی کی پچھلی سیٹ پر پھینکتا فرنٹ سیٹ کھولنے لگا۔

وہ خاموشی سے بیٹھی ڈرائیونگ سیٹ پر بیٹھ کر اس نے گاڑی اسٹارٹ کی اس وقت اس کے چہرے پر گہری خاموشی اور ملال ـــ رقم تھا۔

"تم کب تک اذیت دیتی رہو گی، مجھے تکلیف دیتی ہو تو وہ مجھے قبول ہے مگر میری بیٹیاں اگنور ہوں میں یہ برداشت نہیں کر سکتا۔"

"کیوں پہلے کبھی توجہ دی تم نے ان پر کیا آپی کی موجودگی میں تم نے کبھی علیشا پر محبت بھری نظر ڈالی تھی؟ تم تو اس وقت اپنی عیاشیوں میں مگن تھے نا تمہیں کیا فکر تھی اپنی بیٹی بیوی کی۔" وہ تنفر سے کہتی چپ ہوئی۔

"ہاں کیا میں نے سب۔ لیکن میں ماضی میں جا کر صحیح نہیں کر سکتا اسی حال کو اچھا کر کے مستقبل کو بہتر بنا سکتا ہوں۔ تم نے تو مجھے پاگل بنا دیا ہے۔ پچھلی غلطیوں کا احساس دلاتی ہو جب کچھ ٹھیک کرنے لگوں تو بھی طنز کے تیر چلا کر میرا منہ بند کر دیتی ہو اب کروں تو کیا؟" اسٹیرنگ پر زور سے ہاتھ مارتا وہ چلایا تھا۔ اسے سارا غصہ اس کے جانے پر آ رہا تھا۔ یہ دوری اسے ناقابل برداشت لگ رہی تھی۔ وہ بہت اشتعال میں گاڑی چلا رہا تھا۔

"تمہیں آپی سے ذرا بھی محبت نہیں تھی؟" اس نے خلاف توقع سوال کیا تھا۔ وہ کچھ پل کے لیے گڑبڑایا پھر قدرے سنبھل کر بولا۔

"سچ بولوں یا جھوٹ؟"

"سچ" اس نے بہت دکھ سے کہا تھا وہ اس کا جواب جان گئی تھی۔

"نہیں" اس پر ایک نظر ڈال کر بولا۔

"اب تم اور نفرت کرو مجھ سے سچ اگلوانے کی وجہ بھی یہی ہے۔" وہ سخت ناراض ہوا تھا۔

"اور جن کے ساتھ گناہ آلود وقت گزارا؟" اب کے اس کے لہجے کی کاٹ پر وہ شرمندہ ہو کر بولا۔

"کیا تم ان باتوں کو بھول نہیں سکتیں؟ اب تو میں ایسا کچھ نہیں کرتا۔ اب تو میں مخلص ہوں تمہارے ساتھ۔ میں سچ کہہ رہا ہوں ایک لڑکی بھی نہیں میری زندگی میں۔ میری ساری محبت صرف تمہاری ہے۔" اس کا اشتعال اب مکمل طور پر ختم ہوا تھا اور وہ اس سے بڑے جذب سے کہتا اسے محبت بھری نظر سے دیکھ رہا تھا۔

باہر کے مناظر میں کھوئی اپنی نم آلود آنکھیں شیشے پر جمائے وہ دل میں روئے جا رہی تھی۔

وہ روز فون کرتا۔ **علیشا** اور **علینہ** بھی بات کرتیں۔

"مما کب آئیں گی۔" وہ منہ بسور کر کہتی۔

"بس کچھ دنوں بعد بیٹا۔" وہ پچکارتی۔

"پاپا سے بات کریں۔" **علینہ** پاپا کو فون پکڑا کر **علیشا** کے پیچھے بھاگتی نکل گئی۔ کھڑکی میں کھڑا وہ بہت دبی آواز میں بولا۔

"کب آؤ گی؟"

"کوئی پتا نہیں۔ مجھے امی بلا رہی ہیں۔" یکدم سے فون بند کر کے وہ رابطہ کاٹ چکی تھی۔ موبائل دیوار پر مارتا وہ کمرے کی ساری حالت بگاڑ چکا تھا۔

اس کی دنیا تہ و بالا ہو گئی تھی جب راشدہ نے کال کر کے کہا تھا۔

"بیٹا تم دونوں کے بیچ کیا بات ہوئی ہے مجھے کھل کر بتاؤ عجوہ کیوں گھر واپس نہیں جانا چاہتی۔" راشدہ کی بات سن کر وہ سکتے میں آ گیا تھا۔ کچھ لمحوں کے لیے تو وہ بول ہی نہ پایا تھا پھر زبان خشک ہونٹوں پر پھیر کر وہ لڑکھڑاتے لہجہ میں بولا۔

"آنٹی مجھے سمجھ نہیں آئی آپ کیا کہہ رہی ہیں؟"

وہ سمجھتے ہوئے بھی سمجھنا نہیں چاہتا تھا۔

"بیٹا وہ واپس گھر نہیں آنا چاہتی، میرے لاکھ سمجھانے پر بھی روتی رہتی ہے اور جانے سے انکار کر رہی ہے کیا مسئلہ ہے بتاؤ مجھے۔"

"کچھ نہیں ہے آنٹی میں سچ کہہ رہا ہوں میں، ہم میں کوئی لڑائی نہیں میں سمجھ نہیں پا رہا کہ یہ کیوں ایسا کہہ رہی ہے۔" کچھ سوچ کر وہ بولا۔

"آنٹی میری بات کرا دیں اس سے پلیز۔" وہ بہت آزردہ ہوا تھا۔

کچھ لمحوں بعد اس کی آواز ابھری تھی۔

"کہو کیا کہنا ہے؟"

"یہ تم کیا تماشا کرنے لگی ہو تم کیوں میری جان لینے پر تلی ہو کیا بگاڑا میں نے تمہارا خدا کے لیے واپس آؤ۔" وہ رونے لگا۔

"نہیں آ سکتی۔"

"میں مر جاؤں گا کیا کروں تمہارے لیے جو تمہیں خوش کرے بولو کیا کروں تمہارے لیے؟ اگر تم واپس نہیں آئیں تو میں کچھ بھی کر جاؤں گا بچوں کو زہر دے کر مار دوں گا اور پھر خود زہر کھا کر مر جاؤں گا۔ سنا تم نے۔" وہ چلایا۔ کال کاٹ کر وہ شدت سے روتا اپنی محبت کے ہاتھوں ذلیل و خوار ہونے لگا تھا۔

وہ سڑکوں کی خاک چھانتا دو دن سے باہر تھا۔ اسے کچھ بھی تو اچھا نہیں لگ رہا تھا ساری دنیا ہر چیز بری لگ رہی تھی۔ دگرگوں ہوتی حالت، مخدوش کیفیت نے بالکل نڈھال کر دیا تھا۔ تغافل کی کہر خود پر چڑھائے وہ گھر سے لاتعلق اپنا غم غلط کر رہا تھا۔ ماں بار بار کال کر رہی تھیں وہ کسی کال کا جواب نہ دے رہا تھا۔

دل کی دنیا ویران تھی وہ محبت کا سوگ منا رہا تھا۔ اس کی محبت اسے مارنے کی بھرپور کوشش میں تھی وہ مرنے کا اپنے مرنے کا سوگ منا رہا تھا۔ تھک ہار کر وہ گاڑی میں بیٹھا شدید یاسیت میں گاڑی ڈرائیو کرتا اپنی لٹتی زندگی پر سوچے جا رہا تھا۔

کچھ بھی تو نہیں بچا تھا کچھ بھی تو نہیں، وہ لٹا پٹا گھر آیا تھا۔ گارڈ نے گیٹ کھولا تھا۔ گھر پر سناٹا طاری تھا۔

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

خاموشی کا راج تھا وہ سیدھا کمرے کی جانب آیا تھا۔ دونوں بچیاں دادی کے پاس سوتی تھیں وہ اندر آ کر سوئچ بورڈ کا بٹن آن کر چکا تھا۔ تاریکی اجالے میں بدل چکی تھی۔ وہ مڑ کر بیڈ کی جانب آیا اور ٹھٹک کر رک گیا۔

کمبل میں لپٹے وجود کو دیکھ کر وہ کچھ پل کے لیے تو دم بخود رہ گیا تھا۔ روح واپس آئی تو جان آئی لب خود بخود مسکرا اٹھے تھے تیز لائٹ سے آنکھیں چندھیائیں تو وہ مندی مندی آنکھیں رگڑتی اٹھ بیٹھی۔

"آ گئیں تم۔" وہ والہانہ اس کی طرف بڑھا تھا۔

دوپٹہ اٹھاتی وہ بیڈ سے اتری تھی۔ "کھانا کھاؤ گے؛"

"نہیں" اس کی بھوک اڑ چکی تھی۔ اب وہ بڑی محبت بھری نظروں سے دیکھتا بولا۔

"چائے بنا دو"

وہ چائے بنانے چلی گئی۔ کچھ دیر تک تو وہ خوشی سے بے حال دل کو کنٹرول کرتا رہا پھر اس کے پیچھے کچن میں آیا۔ وہ چائے بنا رہی تھی۔ اسے محسوس ہوا کہ وہ رو

ادارہ خواتین ڈائجسٹ کی طرف سے بہنوں کے لیے خوبصورت ناول

اک موسم دل کی بستی کا

رفعت ناہید سجاد

قیمت -/300 روپے

منگوانے کا پتہ:

مکتبہ عمران ڈائجسٹ

37، اردو بازار، کراچی

فون نمبر: 32735021

پاکستان ویب اور ریڈرز کی پیشکش

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

WWW.PAKISTAN.WEB.PK

بھی رہی ہے۔ چائے کپ میں انڈیل کر وہ جوں ہی مڑی اسے دیکھ کر ٹھٹک کر رکی۔ اپنے بائیں ہاتھ سے آنسو صاف کرتی کپ اسے پکڑا کر کترا کر جانے لگی۔ کپ ٹیبل پر رکھ کر اس کا ہاتھ تھام کر اسے روکتے بولا۔

"یہ کیا حرکتیں شروع کر دیں تم نے۔" وہ خاموشی سے کھڑی اب شدت سے آنسو بہانے لگی۔

"کیا ہوا ہے؟ کیا اب پھر کسی نے کچھ کہہ دیا ہے؟" ایک خاموش نظر اٹھائے اس کو دیکھتے رہنے کے بعد وہ اس کا ہاتھ ہٹاتی جانے لگی۔

"بات کا جواب دو۔" ایک بار پھر وہ سامنے آیا۔

"تم ایسے چھپ نہیں سکتیں اب بولو جواب دو کیا بات ہے؟" وہ اب قدرے سختی سے بولا۔ وہ بنا آنکھیں اٹھائے شدت گریہ سے اس مرد کا چین و سکون تہ و بالا کر رہی تھی۔ دونوں کندھوں سے تھامے وہ اب محبت سے پوچھنے لگا۔

"جو بھی اس وقت تمہارے اندر چل رہا ہے بول دو۔ بول دو میں سننے کے لیے بالکل تیار ہوں۔ کہو کیا تمہیں رلا رہا ہے بولو۔" وہ اکسا رہا تھا۔ کافی دیر بعد جب اس نے نظریں اٹھا کر دیکھا تو اس کی آنکھوں میں دیکھتا مبہوت رہ گیا تھا۔ اسے دم بخود ہوتا دیکھ کر وہ بھاگتی ہوئی کمرے میں گئی۔ وہ کچھ ساعت بعد جیسے بے دار ہوا۔ تیز قدموں سے بھاگتا اس کے پیچھے گیا تھا۔ دروازہ لاکڈ تھا۔

"کھولو" وہ دستک دینے لگا۔ دوسری طرف خاموشی تھی۔

"دروازہ کھولو پلیز۔" وہ نہیں کھول رہی تھی۔ وہ مسکرانے لگا تھا۔

"کھولو نا پلیز۔" مسکراتا اپنے بالوں میں ہاتھ پھیرتا وہ مرنے کے قریب تھا۔

"ہاں آواز سن رہی ہیں پلیز۔" ایک بار پھر وہ مسکراتا بولا۔

کچھ دیر بعد دروازہ کھول دیا گیا تھا وہ سرعت سے اندر آیا تھا۔ دروازہ لاک کر کے اس کے قریب آ کر بولا۔

"تم کب تک بھاگو گی مجھ سے۔" اس کے آنسو اپنے ہاتھوں سے صاف کر کے بڑی دلکشی سے بولنے لگا۔

"تو یہ وجہ ہے نہ آنے کی میں تو کچھ اور سمجھا تھا۔ اب بولو جان مانگو گی وہ بھی دوں گا۔ صرف ایک بار صرف ایک بار اعتراف کر لو کہ محبت کرنے لگی ہو مجھ سے۔" اس کی ساحرانہ آواز اس کی سماعتوں میں رس گھولنے لگی تھی۔ وہ آپی کے ساتھ بے وفائی کیسے کر سکتی تھی۔

"آپی جس مرد سے تمہیں عشق تھا اس سے تاحیات نفرت کیسے کر سکتی تھی میں۔ یہ تک مجھے تم سے عشق تھا جس چیز کو تم پسند کرتی تھیں میں اس سے کیسے نفرت کر سکتی تھی۔ یہ خوف تو مجھے نہ آنے پر مجبور کر رہا تھا۔ صرف اور صرف تمہاری بیٹیوں کی خاطر ہار مان لی میں نے۔ ورنہ تو میں تمہارے ساتھ بے وفائی کبھی نہ کرتی۔" یہ دل ہی دل میں عجیب و غریب تاویلیں دے رہی تھی۔

"ایک بار کہو صرف ایک بار کہ تم محبت کرتی ہو۔" اس کی گمبھیر اور دلکش آواز نے ایک بار پھر سے جکڑنے کی کوشش کی تھی۔ اس کی خاموشی پر زیر لب مسکراتا بولا۔

"او کے میں تو کر سکتا ہوں نا محبت۔" وہ مجسم سوال بنا کھڑا تھا۔

دھیرے دھیرے اس کے ہاتھ اس کے گرد حصار باندھنے لگے تھے۔ اس کے وجود میں کوئی جنبش نہیں ہوئی تھی۔ پھر یہ حصار کچھ اور مضبوط ہوا تھا اس مرد کے وجود میں برق سی دوڑ گئی تھی۔ ایک پاک عورت کا وجود اس مرد کے وجود کو کسی ان چھوئے احساس سے دوچار کر رہا تھا۔ اس کے کسی عمل میں مزاحمت نہیں تھی۔ اس کی ہمت بڑھی اور وہ اسے دیوانہ وار اپنی محبت کا احساس دلانے لگا تھا۔ وہ عورت مضبوط تھی اس مرد کو چاروں شانے چت کر دینے کے بعد اسے اپنا آپ سونپ گئی تھی۔

☆

پاکستان ویب او
WWW.PAKISTAN.WEB.PK